جلسہ سالانہ نمبر


بدر

Weekly BADR

QADIAN

۹/۲۶ فتح ۱۳۴۲ ہش | ۲/۳ شعبان ۱۳۸۳ ہجری | ۱۹/۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ عیسوی


# حال کے علوم جدیدہ و اسلام


از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ


فرمایا:۔

اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں!! یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کے آویں مگر انجام کار اُن کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔

اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اُس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اُس کی فتح کے نشان نمودار ہیں یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵ حاشیہ)

ہفت روزہ بدر مورخہ ۱۹ر دسمبر ۶۲ء

# قادیان میں ہمارا سالانہ اجتماع

ذرائع آمد و رفت کی آسانی اور دوسری مادی سہولتوں کی وجہ سے آج کی دنیا انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ آج دنیا میں مختلف قسم کی پارٹیاں اور جمعیتیں اُبھر رہی ہیں انفرادی جد و جہد کی جگہ مل جل کر کام کا ج کرنے کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ اور ہر پارٹی اپنے خاص خاص مقاصد کے لئے کوشاں ہے کسی کے اغراض و مقاصد سیاسی نوعیت کے ہیں تو کسی کے مذہبی یا اقتصادی معاشرتی اور تمدنی۔ پھر ان میں بھی کسی کا رُخ کسی خیال اور نقطۂ نظر کی طرف ہے اور کسی کا کسی طرف ہر پارٹی اپنے طبقہ اور ہمخیال افراد کو خاص قسم کے حقوق و فوائد سے مالا مال کرنے کا دعوےٰ رکھتی ہے اور اس کے لئے علی الاعلان جد و جہد میں لگی ہوئی ہے۔

الغرض یہ سب قسم کی تنظیمیں خواہ ان کے اغراض و مقاصد کچھ ہوں ان کا دائرۂ عمل تنگ ہو یا وسیع سب کی تشکیل انسانی ہاتھوں سے عمل میں آئی لیکن اس زمانہ میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جسے اس قسم کی جماعتوں اور پارٹیوں سے بالکل جداگانہ پوزیشن اور حیثیت حاصل ہے۔ اور اس کا امتیاز اسی سے واضح ہے کہ اس کی بنیاد خدائے واحد و یگانہ کے ہاتھ سے رکھی گئی۔ اسی کی پاک اور مقدس وحی اور الہام کے ماتحت ایک برگزیدہ بندہ نے اسی کے نام سے لوگوں کو ایک خالص [illegible] کی طرف دعوت دی یہ زندگی بخش [illegible] [قا]دیان کی مقدس سرزمین سے بلند

[illegible] میں نورِ خدا پاؤ گے
[illegible] کا بتایا ہم نے
[illegible] اِن ملجوں میں
دل کو ان نورِ ق سے رنگ کے لایا ہم نے

اس کے ساتھ ہی خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے بندے مسیح موعود علیہ السلام کو [illegible] از وقت اس بات کی خبر دی ہے کہ آپ کی آواز میں غیر معمولی مقبولیت پیدا کردی جائے گی۔ اور نہ صرف یہ کہ آپ کی تبلیغ زمین کے کناروں تک پہنچے گی بلکہ آپ کے خیالات و نظریات کی نسبت یہ مقبولیت ہو گی کہ

"میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور اُن کے نفوس و اموال میں برکت ڈالوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔"

اسی قسم کی جلیل القدر پیش خبریوں میں سے خدا تعالےٰ کا وہ وعدہ بھی ہے۔ جو اُس نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ایسے وقت میں کیا جبکہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد تین چار افراد سے متجاوز نہ تھی کہ یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق کہ دور دراز کے مقامات سے لوگ تیرے پاس چلے آئیں گے اور دور دراز کے علاقوں سے تحفے تحائف تیرے پاس پہنچیں گے چنانچہ آج جبکہ اس الہام الٰہی پر اسّی برس گذر چکے ہیں ہر شخص خواہ وہ ہماری جماعت میں داخل ہے یا نہیں مرکز سلسلہ میں ایک دنیا کے کھچے چلے آنے کے عظیم الشان نشان آسمانی کی صداقت کا انکار نہیں کرسکتا!!

احمدیہ جماعت کے سالانہ جلسہ میں دنیا کے اکناف و جوانب سے مخلوق خدا کا بکثرت چلے آنا تو ایک واضح حقیقت ہے۔ مگر عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ سلسلہ صرف جلسہ سالانہ کے ایام ہی میں نہیں بلکہ سارا سال ہی برابر جاری رہتا ہے۔ اور نہ صرف احمدی بلکہ ہزاروں ہزار دوسرے بھی محض احمدیہ جماعت کے مرکزی مقدس مقامات کے لئے کھچے چلے آتے ہیں۔ اور اس طرح اس عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت کا ہر سال ایک زندہ نشان بن جاتا ہے۔

---

قادیان چونکہ احمدیہ جماعت کا مرکز ہے جسے خدا تعالےٰ کی رحمت و برکت نے اس زمانہ میں ام القریٰ کی حیثیت دی ہے۔ اس لحاظ سے جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کی چھاتیوں سے تازہ اور زندگی بخش دودھ پی کر اپنے جسم میں ایک نئی قوت اور طاقت محسوس کرتا ہے اسی طرح مومنوں کی طرف سے اپنے محبوب مرکز میں گذارے ہوئے چند روز اعلےٰ درجہ کی روحانی غذا کا کام دیتے ہیں اور ان کے ایمانوں میں غیر معمولی تازگی اور روح کے لئے جلا کا حکم رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت میں سے ہزاروں ہزار ایسے افراد ہیں جو مرکز سلسلہ میں آنے کے بعد جب اپنے وطنوں کو لوٹتے ہیں تو اپنے دلوں کو [illegible] قسم کی کدورتوں سے دُھلا ہوا پاتے اور اپنے اندر ایک نئی زندگی محسوس کرتے ہیں جس کا ایک ظاہری اور واضح ثبوت یہ ہوتا ہے کہ وطنوں میں لوٹ جانے کے بعد دینی خدمات کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی کی روح اور خدا کی طرف زیادہ رجوع کے جذبات اُن کے دلوں میں اُبھر آتے ہیں جو اس سے قبل کچھ دبے دبے سے تھے۔ ہر وقت نیکی کی تحریک اور اُن کے بعد عمل کے میدان میں پورا اُترنے کی کیفیت اس بات کی واضح علامت ہوتی ہے کہ مرکز سلسلہ کی زیارت کے نتیجہ میں اُن لوگوں کے اندر ایک نمایاں تبدیلی آگئی ہے۔ اور اس قسم کی صد رشک حال کوئی ایک دو کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی بلکہ ایک بڑی تعداد ہر سال ہی اس روحانی لذت اور سرور سے لطف اندوز ہوتی اور ایمانی حرارت محسوس کرتی ہے!

---

مرکز احمدیت کے سالانہ اجتماع کو بفضلہٖ تعالےٰ یہ بھی خصوصیت حاصل ہے کہ ہر شخص بھی اس میں شامل ہوتا ہے وہ محض مرکز سلسلہ کے ساتھ قلبی محبت اور اندرونی ذاتی کشش کے سبب۔ چنانچہ جتنے دن اس جگہ اُسے قیام کے لئے میسر آتے ہیں انہیں غنیمت جانتا ہے اور ہر ممکن کوشش اس بات کی کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت توجہ الی اللہ میں گذرے پنجگانہ نمازیں تو بہرحال ایک مومن کو مسجد میں باجماعت ادا کرنی ہی ہوتی ہیں۔ مخلصین اس سے ایک قدم آگے ہی بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کا تعاہد دن اور رات کے متفرق اوقات میں نوافل کی ادائیگی۔ ذکر الٰہی کا التزام۔ بیت الدعا اور مقبرہ بہشتی میں جا کر دعائیں کرنا وغیرہ ان سب میں ہر شخص ہی طبعی طور پر نہ صرف زیادہ منہمک نظر آتا ہے بلکہ ایک پہلو سے مسابقت کا پُر لطف نظارہ دکھائی دیتا ہے!

---

پھر مقامات مقدسہ کی زیارت بجائے خود اپنے اندر ایک عجیب روحانی کشش رکھتی ہے۔ جب دور دراز کا احمدی مرکز سلسلہ میں آ کر اُن مقامات کو بچشم خود دیکھتا ہے۔ جہاں آج سے پون صدی پیشتر خدا تعالےٰ کا برگزیدہ بندہ چلتا پھرتا اور ہزاروں ہزار افراد نے اس کے مقدس وجود سے ایک نئی زندگی پائی۔ اور ایک دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کر کے بالآخر طبعی تقاضۂ بشری کے تحت اسی مقدس سرزمین کے ایک حصہ میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ باہر سے آنے والوں کو جب اس مزار مقدس کی زیارت نصیب ہوتی ہے تو ساتھ ہی اپنی عمر نا پائیدار کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے اور بقیہ زندگی کو خدا تعالےٰ کی رضا کے مطابق گذارنے کی ایک زبردست تحریک پیدا ہوتی ہے تب بے اختیاری کے عالم میں ان نیک راہوں پر قدم مارنے کی توفیق پانے اور دینی خدمات بجا لانے کی طاقت ملنے کی التجا دعا بن کر دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہے!!

اسی طرح دوسرے مقامات میں جا کر جہاں سے وہ روحانی آواز بلند ہو کر آج ساری دنیا میں ایک حقیقت بن کر پھیلتی جا رہی ہے تو اس کے ایمان میں جو زیادتی پیدا ہوتی ہے اس کی کیفیت الفاظ میں بیان کی جانی ممکن نہیں۔ یہ تو ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہی سے تعلق رکھتی ہے!!

---

صحبت صالحین جو مرکز سلسلہ میں سالانہ اجتماع کے دنوں میں میسر آتی ہے وہ بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ جس صورت میں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تمام تر غرض و غایت روح کی غذا حاصل کرنا ہے تو ایک نچلے درجے کا مومن اپنے سے اوپر [illegible] کی پاک صحبت میں چند دن گذار کر [illegible] روحانی غذا حاصل کرسکتا ہے [illegible] اور روحانی ترقی کے بہت [illegible] ہے۔ ماسوا اس کے ہر سال [illegible] جماعتی لحاظ سے [illegible] وسیع ہوتا ہے وہ جماعتی تنظیم کی پختگی [illegible] استحکام کا شاندار ذریعہ بنتا ہے [illegible] برگزیدہ جماعت ہی کا خاصہ ہے جس میں کوئی [illegible] جماعت اس کا قطعاً مقابلہ نہیں کرسکتی [illegible] اس جماعت کے سالانہ اجتماع کی [illegible] شان ہے اور اسی لیے یہ احباب [illegible] دراز کا سفر کرتے اور خوشی سے [illegible] برداشت کر کے مرکز سلسلہ میں منعقدہ [illegible] میں شمولیت کے لئے پہنچ جاتے ہیں [illegible] الذی ھدانا لھذا وما کنا [illegible] لولا ان ھدانا اللہ۔

---

## اخبار احمدیہ

قادیان ۱۵ر دسمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں مورخہ ۱۲ر دسمبر بوقت ۹ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

الحمد للہ کل حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی رات نیند آگئی اس وقت بھی طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

قادیان ۱۵ر دسمبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ مورخہ ۱۲ر دسمبر کو شام کے وقت پاکستان سے بخیریت واپس تشریف لے آئے تھے۔ الحمد للہ۔

معارف القرآن

# انبیاء کی بعثت پر بھی کئی بڑے سمجھے جانے والے چھوٹے کر دیئے جاتے ہیں

(۲) اور

# کئی چھوٹے سمجھے جانے والے بڑی بڑی عزتوں کے مالک بن جاتے ہیں

## دبے ہوئے جذبات قوموں کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتے ہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ

سورۃ النمل کے سلسلہ میں ایک مقام پر حضور فرماتے ہیں:۔

گو ملکہ سبا کا یہ قول ایک سیاسی ذکر کے دوران میں بیان کیا گیا۔ کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً۔ مگر اس میں اس روحانی قانون کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو انبیاء کی بعثت پر دنیا میں جاری کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح دنیوی ملوک اپنے ساتھ ایک انقلاب لاتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء جو مملکت روحانی کے بادشاہ ہوتے ہیں ان کی آمد کے ساتھ بھی جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ کا نقشہ انسانی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور ان کے زمانہ میں بھی کئی چھوٹے بڑے اور کئی بڑے چھوٹے کر دیئے جاتے ہیں۔ کئی حقیر اور ذلیل سمجھی جانے والی قومیں خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کر کے عزت حاصل کر لیتی ہیں۔ اور کئی معزز سمجھی جانے والی قومیں خدا تعالیٰ کے مامور کو رد کر کے ذلیل ہو جاتی ہیں۔ بلکہ

### دنیا کا ایک لمبا تجربہ

اس بات پر شاہد ہے کہ الٰہی صداقتیں ہمیشہ ایسے علاقوں میں ہی زیادہ کثرت اور زیادہ زور کے ساتھ پھیلتی ہیں۔ جو باقی دنیا کی نگاہوں میں جاہل اور وحشی ہوتے ہیں۔ جب کبھی کسی الٰہی تعلیم نے یکدم کسی قوم کو پکڑا ہے تو وہ قوم ہمیشہ ایسی ہی ہوتی رہی ہے جو اپنے ظاہری علوم کے لحاظ سے دوسری قوموں سے ادنیٰ اور گری ہوئی سمجھی جاتی ہے۔ مگر پھر وہی قوم خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہہ کر دنیا کی فاتح اور حکمران بن جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی جاہل کیوں نہ ہو انسانی فطرت اپنے ذہن میں کچھ نہ کچھ نتائج نکالتی رہتی ہے بلکہ انسان تو الگ رہا ہم جانوروں اور درختوں میں بھی یہ بات دیکھتے ہیں

سائنس سے ثابت ہے

کہ بعض جانور بعض درختوں پر رہنے کی وجہ سے خاص قسم کے رنگ پیدا کر لیتے ہیں۔ تیتری کتنا چھوٹا سا جانور ہے نہ اس میں گوشت ہوتا ہے نہ ہڈی۔ جب تیتریاں پھولوں پر اڑ رہی ہوتی ہیں تو وہ کتنی خوشنما اور خوبصورت معلوم ہوتی ہیں کیسی حسین اور دلکش نظر آتی ہیں۔ مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ

### ان تیتریوں کا رنگ

زیادہ تر ہوں منت ہوتا ہے ان پھولوں اور پتوں کا جن پر وہ رہتی ہیں۔ وہ مختلف قسم کے پتوں میں رہتی ہیں۔ اور انہی پتوں اور انہی پھولوں کے رنگ کا انعکاس اپنے پروں پر پیدا کر لیتی ہیں۔ چنانچہ اکثر تیتریوں کے رنگ دوسرے جانوروں کے رنگ کے خلاف عارضی ہوتے ہیں۔ اگر ایک طوطے کا سبز رنگ تم مٹانا چاہو تو تم نہیں مٹا سکتے۔ اگر ایک فاختہ کا بھورا رنگ تم مٹانا چاہو تو نہیں مٹا سکتے۔ لیکن تیتری کا پر اپنے ہاتھ میں مسلو تو اس کا رنگ فوراً تمہارے ہاتھ کو لگ جائے گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا رنگ درحقیقت ایک فوٹو اور انعکاس ہوتا ہے ان شعاعوں کا جو ان پھولوں اور پتوں میں رہنے کی وجہ سے اس کے پروں پر پڑتی ہیں۔ جب یہ انعکاس ایک لمبے عرصہ تک چلتا چلا جاتا ہے۔ تو اسی قسم کا

### ایک مستقل رنگ

پیدا ہو جاتا ہے۔ بالعموم ریت کے اندر رہنے والے جانور بھوسلی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ریت کے تودوں میں ان کی شکل نظر نہیں آتی۔ ہرن سامنے بیٹھا ہوا ہوتا ہے بلکہ جنگلے کا گلہ بعض دفعہ سامنے ہوتا ہے۔ مگر ہر شخص ان کو پہچان نہیں سکتا صرف ماہر شکاری ہی امتیاز کر سکتا ہے۔ ورنہ عام انسان بسا اوقات پاس سے گذر جاتا ہے اور اسے معلوم تک نہیں ہوتا کہ سامنے ہرن بیٹھا ہے۔ گر اس کی وجہ یہی ہے کہ ریت میں ایک لمبا عرصہ رہنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ ریت کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ یہی حال درختوں کا ہوتا ہے کہ درخت بھی اپنے اپنے ماحول کے مطابق رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور یہی حال انسانوں کا ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے

### ماحول کے مطابق رنگ

اختیار کرتے ہیں ہم ان کو وحشی کہہ دیں۔ ہم ان کو جاہل کہہ دیں۔ ہم ان کو تہذیب و تمدن سے کوسوں دور کہہ دیں۔ لیکن کیا ان کا دماغ اتنا بھی کام نہیں کر رہا ہوتا جتنا ایک طوطے یا ایک تیتر یا ایک ہرن کا دماغ کام کر رہا ہوتا ہے اگر کچھ کہا جا سکتا ہے تو یہ کہ جس طرح طوطے اور ہرن نے معین صورت میں اپنے تاثرات کو باہر نہیں نکالا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے مطابق ایک رنگ اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ تم اگر کسی وحشی سے پوچھو کہ کیا تم نے اپنی زندگی کے ماحول کے نتیجہ میں کوئی اثر قبول کیا ہے یا نہیں تو وہ کہے گا۔ میں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے اثر قبول کیا ہوتا ہے مگر وہ اس سے ایسا ہی ناواقف ہوتا ہے جیسے تیتری یہ نہیں جانتی کہ وہ پھولوں کے رنگ کا اثر قبول کر رہی ہے ہرن یہ نہیں جانتا کہ وہ ریت کی رنگت اپنے اندر پیدا کر رہا ہے جس طرح

### شہد کی مکھی

بغیر اس بات کے جاننے کے کہ وہ کیا پیدا کر رہی ہے۔ اور اس کے کیا کیا فوائد ہیں۔ مختلف پھولوں پر بیٹھ کر شہد کے باریک ذرات اپنے منہ میں نکالتی رہتی ہے اور وہ نکالنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ قومیں جنہیں دنیا نے الگ پھینک رکھا ہے اپنے ماحول کے اثرات سے متاثر ہو رہی ہوتی ہیں گو وہ خود بھی نہ سمجھ سکیں کہ ان کا ماحول ان کو کسی خاص رنگ میں رنگین کر رہا ہے۔ مگر بہرحال ان قوموں کے دلوں میں باریک طور پر یہ حس پائی جاتی ہے کہ خدا نے ہم کو بھی فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ باقی لوگ اپنا حصہ لے چکے مگر ہم نے اس دوڑ میں اپنا حصہ نہیں لیا ہمیں دنیا نے دھتکار رکھا ہے ہمیں اس نے فوائد سے محروم کر دیا ہے۔ وہ اور اس کی نسلیں فائدہ اٹھا رہی ہیں مگر ہمیں فائدہ اٹھانے کا کوئی موقعہ نہیں دیا جاتا۔ یہ وہ خیال ہوتا ہے جو ان قوموں کے دلوں میں بغیر کسی خاص احساس کے بغیر کسی معین صورت کے اندر ہی اندر پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کے ذریعہ یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ میں دنیا کی

### گری ہوئی قوموں کی ترقی

کی بلندیوں پر پہنچانے کے لئے آیا ہوں تو ان قوموں کے اندر ایک غلغلہ سا پیدا ہو جاتی ہے ایک بے چینی سی رونما ہو جاتی ہے۔ ایک اضطراب سا ان کی حرکات سے ظاہر ہونے لگتا ہے وہ کہتی ہیں ہماری اب بلا کے بدلہ آنے کا وقت آگیا۔ آؤ ہم اس نبی کو قبول کر کے دنیا پر حکمرانی کریں اور اپنے کھوئے ہوئے حق کو حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔

وہ زمین جس میں ایک لمبے عرصہ تک ہل چلایا جاتا ہے۔ جو مختلف قسم کی سبزیاں پیدا کرتی ہے۔ جو مختلف قسم کے پھل اور پھول تیار کرتی ہے بیشک اس کی روئیدگی انسانی آنکھوں کو تراوت بخشتی ہے اس کے پھل انسانی غذا کے کام آتے ہیں۔ اس کے پتے جانوروں کی بھوک مٹانے کا کام دیتے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک لمبے استعمال کی وجہ سے اپنی طاقت کو کھو بیٹھتی ہے۔ لیکن اس کے پاس کی پڑی ہوئی زمین جو ابھی استعمال میں نہیں آئی ہوتی وہ اس بات کی زیادہ اہل ہوتی ہے کہ اس میں بیج بویا جائے اور اس سے

### اعلیٰ درجہ کی پیداوار

حاصل کی جائے۔ اچھا فلاح ہمیشہ اس زمین کی طرف جاتا ہے جو خالی پڑی ہو۔ اس زمین کی طرف نہیں جاتا جسے ہزاروں سال سے بویا جا رہا ہو کیونکہ وہ جانتا ہے اب مجھے اس استعمال شدہ زمین سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مجھے اگر فائدہ ہوگا تو اس زمین سے جو بظاہر بنجر ہے۔ جو بظاہر ویران ہے۔ جو بظاہر غیر آباد ہے۔ جب تک اس پر محنت زیادہ ہوگی۔ مگر اس کی فصل دوسری زمینوں سے زیادہ بہتر ہوگی۔ نادان لوگ گاؤں کی پھٹی زمین خریدتے ہیں لیکن ہوشیار زمیندار مربعوں والی زمین خریدتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گاؤں کی زمینوں کے مالک بعض دفعہ ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو ایکڑ زمین اپنے پاس رکھتے ہیں مگر ان کی تہ بند پھٹی ہوئی ہوتی ہے ان کے جسم پر پوری چادر بھی نہیں ہوتی۔ لیکن ایک دوسرا شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے ہوتا ہے اچھا کھاتا پیتا ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ بڑے زمیندار ہیں مگر ان کے پاس صرف ایک مربع زمین ہوتی ہے۔ حالانکہ ایک مربعے کے معنے ہیں صرف ۲۵ ایکڑ۔ لیکن باوجود اس کے ان کے پاس

## صرف ۲۵ ایکڑ زمین

ہوتی ہے اور دوسرے کے پاس چوگنا زیادہ زمین ہوتی ہے وہ غربت میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور ایک مربع رکھنے والا کس تنگی کی حالت میں بھی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک شخص نے عقلمندی سے وہ زمین اختیار کی جس نے اپنی طاقت خرچ نہیں کی تھی اور دوسرے نے اپنے اور اپنے خاندان کیلئے اس زمین کو ترجیح دی جو اپنی طاقتوں کو کھو چکی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ روپیہ خرچ کرتے ہوئے بھی وہ گھاٹے میں رہا۔ ورنہ کم مقدار خرچ کرنے والا فائدہ میں رہا۔ بیشک ٹھہری ہوئی کھاد سے وہ زمین بھی مفید ہوتی ہے اور کسانوں کے لئے گراں قیمت پر ذخیمت ہوجاتی ہے مگر جہاں تک نقل کا سوال ہے۔ یہ خالی پڑی ہوئی زمین زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اور یہ جو ہمارا اصول بھی یہی ہے کہ جب کسی زمین سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہوتا ہے تو اس کو کچھ عرصہ کے لئے خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ عرب بھی جو

## رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت

ہم سب جانتے ہیں کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا اور پیشگوئیوں کے مطابق عرب میں آپ کا مبعوث ہونا ضروری تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ خدا بھی اپنے سارے کام حکمت کے ماتحت کرتا ہے اسی لئے اس کا ایک نام حکیم ہے یعنی بلا سوچے سمجھے بغیر کسی حکمت کے وہ کوئی کام نہیں کرتا اور چونکہ اس کا ہر کام حکمت کے ماتحت ہوتا ہے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث کرنا کسی حکمت

## بڑی حکمت

کے ماتحت تھا۔ اور وہ حکمت یہی تھی کہ عرب وہ ملک تھا جسے ہزاروں سال سے دنیا میں کوئی عزت کا مقام حاصل نہیں ہوا تھا۔ بیشک عربوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ آپ کی تکفیر و تکذیب کی۔ آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ کو مٹانے کیلئے انہوں نے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا۔ مگر اس کے باوجود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز عرب میں گونج رہی تھی کہ آؤ مسلمان ہو جاؤ میں تمہیں دنیا کا بادشاہ بنانے کے لئے آیا ہوں تو ان کا دل جلدی جلدی حرکت کرنے لگ جاتا تھا۔ وہ کہتے تھے یہ کیسی آواز ہے۔ جو ہمارے کانوں میں آرہی ہے۔ پھر وہ کچھ اور سوچتے اور کہتے یہ تو وہی آواز ہے جس کے لئے ہم اپنے باپ دادا کے زمانہ سے ترستے چلے آرہے تھے۔ چنانچہ جب انہیں اپنی مخالفت پھر لگا عداوت ان کے دلوں سے دور ہوئی اس آواز نے ان کے قلوب میں ہیجان پیدا کردیا اور وہ دیوانہ وار لبیک

## یا رسول اللہ

لبیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہماری ترقی کا زمانہ آگیا۔ ان کے دبے ہوئے جذبات ابھر آئے۔ ان کی دیرینہ خواہشات جوش میں آگئیں اور ہر روک کو توڑ کر وہ اس آواز دینے والے انسان کے گرد جمع ہوگئے۔

## مؤرخ لکھتے ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ عرب کا خشک صحرا سمندر بن گیا ہے جس کی لہریں اٹھ اٹھ کر جب یہ ممالک اور یورپ کے ساتھ والے ممالک تک پہنچیں اور ان سب کو انہوں نے اپنے زیر نگیں کرلیا۔ یہ دلی سوئی حس ہی تھی کہ ہمیں دنیا میں ترقی کرنے کا موقعہ نہیں ملا جس نے عربوں میں ایک دیوانگی پیدا کردی۔ جنوں کی سی کیفیت ان میں رونما ہوگئی۔ انہوں نے کہا یہ کیا ہوا کہ دنیا ترقی میں اپنا حصہ لے چکی مگر ہم اس سے محروم رہ گئے۔ تب وہ اپنے اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر چڑھ کر نکلے اور اس جوش اور دیوانگی کے ساتھ نکلے کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں پاش پاش ہوگئیں۔ اور وہ دنیا کے کناروں تک اپنی حکومت پھیلانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ سامان تھا جو خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی اور عظمت کیلئے کیا کہ آپ کو اس ملک میں خدا تعالیٰ نے بھیجا جس ملک میں رہنے والوں کے جذبات سینکڑوں سال سے دبے چلے آرہے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اور لوگ تو حصہ لے چکے ہیں مگر ہم اب تک محروم ہیں۔ گویا

## اُن کی تمثیل

ایسی ہی تھی جیسے کہتے ہیں کہ کوئی اندھا اور سوجاکھا کھانا کھانے بیٹھے۔ اندھے نے سمجھا کہ سوجاکھا زیادہ کھانا کھا رہا ہوگا۔ کیونکہ اس کی آنکھیں ہیں اور میں اندھا ہونے کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں کم کھا رہا ہوں۔ یہ خیال آنے پر اس نے پہلے تو جلدی جلدی کھانا شروع کردیا پھر اس خیال کے آنے پر کہ میری یہ حرکت سوجاکھے نے بھانپ لی ہوگی اور وہ بھی ضرور حسب دستور جلدی جلدی کھانے لگ گیا ہوگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کردیا۔ پھر خیال آیا کہ سوجاکھا بھی اسی طرح کر رہا ہوگا تو ایک ہاتھ سے وہ چاول منہ میں ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے جھولی میں ڈالتا۔ اس پر پھر اسے خیال آیا کہ اب ضرور سوجاکھا بھی ایسا کر رہا ہوگا۔ چنانچہ اب کی دفعہ اس نے رکابی اٹھالی اور کہنے لگا۔ اب میرا ہی حصہ رہ گیا ہے تم اپنا حصہ کھا چکے۔ اور اس سوجاکھے کی یہ حالت تھی کہ اس نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا۔ وہ اندھے کی حرکات کو دیکھ دیکھ کر ہی ہنستا جا رہا تھا کہ یہ کیا کر رہا ہے

## عربوں نے بھی ایسا ہی کیا

انہوں نے بادشاہ کی پلیٹ اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی اور کہا کہ تم اپنا حصہ لے چکے یہ ہمارا حق ہے۔ غرض یہ الٰہی سامان تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اس قوم میں مبعوث کیا جو ایک لمبے عرصہ سے ترقی سے محروم چلی آتی تھی اور جس کے جذبات گو دبے ہوئے تھے مگر وہ ایک آواز کے منتظر تھے۔ اس آواز کے جو انہیں دنیا کا فاتح اور حکمران بنا دے۔ ان کے دل یہ دیکھ دیکھ کر کہ اور لوگ تو اپنا حصہ لیتے جاتے ہیں اور ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہیں غصہ سے بے تاب ہو رہے تھے اور تم جانتے ہو کہ انسان کا ایک ایک سال کا دبا ہوا غصہ باہر نکلے تو وہ دوسرے کو کچل ڈالتا ہے۔ پھر کیا حال ہوگا اس قوم کا جس نے صدیوں سے اپنے غصہ کو دلوں میں دبا رکھا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قصہ سنایا کرتے تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک دفعہ اپنے باورچی کو محض اس جرم میں کہ کھانے میں اس نے کچھ نمک زیادہ ڈال دیا تھا ایک سو کوڑے لگانے کی سزا دی۔ عزیز الدین ایک مسلمان ان کے وزیر تھے۔ وہ بڑے نرم دل تھے کہنے لگے۔ یہ بادشاہ کی شان سے بعید ہے کہ کھانے میں ذرا سا نمک زیادہ ہو جائے تو وہ اس پر جوش کہ ایک سو کوڑے لگانے کا حکم دے دے۔ مہاراجہ کہنے لگا وزیر صاحب۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں اسے نمک کی زیادتی پر یہ سزا دے رہا ہوں۔ اس نے میرا

## ایک سو بکرا

کھایا ہوا ہے۔ اور ایک ایک پر ایک ایک کوڑے کی سزا میں اسے دے رہا ہوں۔ کھانے میں نمک کی زیادتی محض ایک بہانہ ہے۔ اس ذریعہ سے تو مجھے اس کو گذشتہ قصوروں کی سزا دینے کا موقعہ مل گیا ہے۔

غرض ایک ایک دو دو سال کے جذبات اگر دبے ہوئے ہوں تو انسان پاگل ہو جاتا ہے۔ پھر کیا حال ہوگا ان قوموں کا جنہوں نے سالہا سال سے اپنے جذبات کو دبایا ہوا تھا جو سمجھتی تھیں کہ دنیا اپنا حصہ لے چکی مگر ہمارا حصہ اس نے ہمیں نہیں دیا۔

## دبے ہوئے جذبات

قوموں کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتے ہیں۔ بے شک یہ جذبات خود ان کی نظروں میں بھی یقین نہیں ہوتے۔ جیسے تیتری نہیں جانتی کہ وہ کھجوروں کا رنگ اختیار کر رہی ہے۔ فاختہ نہیں جانتی کہ وہ بھورا رنگ پیدا کر رہی ہے۔ طوطا نہیں جانتا کہ وہ سبز رنگ پیدا کر رہا ہے۔ ہرن نہیں جانتا کہ وہ بھورا سا رنگ پیدا کر رہا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ

## ایک مخفی اثر

اپنے ماحول کا ہر چیز پر پڑتا ہے۔ اسی طرح انسان اس رنگ میں رنگین ہوتا جاتا ہے جو اس کا ماحول اس کے لئے پیدا کرتا ہے۔ یہی قانون اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ

## روحانی دنیا میں بھی

جب انبیاء کے ذریعہ ایک انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت بھی جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَھْلِھَآ اَذِلَّةً کا نظارہ نظر آتا ہے یعنی کئی بڑے بڑے معزز اور عقلمند کہلانے والے ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اور کئی چھوٹے اور حقیر نظر آنے والے افراد یا حقیر اور ذلیل سمجھی جانے والی اقوام بڑی بڑی عزتیں حاصل کر لیتی ہیں۔ ابوجہل اپنی قوم میں کتنا عقلمند اور معزز سمجھا جاتا تھا لوگوں نے اس کا نام ہی ابوالحکم یعنی دانائی کا باپ رکھا ہوا تھا مگر جب اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو وہ اتنا ذلیل ہوگیا کہ لوگوں نے اسے ابوجہل یعنی جہالت کا باپ کہنا شروع کردیا۔ اس کے مقابل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھو تو وہ صرف گیارہ سال کے تھے جب وہ دین کی تائید کے لئے کھڑے ہوئے۔ مگر پھر خدا تعالیٰ نے ان کو عزت دی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ خلیفہ بنے۔ اور پھر ان کی نسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا نیک بنایا کہ بارہ نسلوں تک برابر ان میں بارہ امام پیدا ہوئے۔ لیکن وہ لوگ جو اس وقت اپنے آپ کو مکہ کے رؤساء میں سے سمجھتے تھے اور بڑی بڑی عزتوں کے مالک تھے آج ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا اور انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

پس جس طرح دنیوی بادشاہتوں کے متعلق یہ قانون ہے کہ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَھْلِھَآ اَذِلَّةً اسی طرح روحانی دنیا میں بھی یہ قانون جاری ہے اور انبیاء کی بعثت پر بھی کئی بڑے سمجھے جانے والے چھوٹے کردیئے جاتے ہیں اور کئی چھوٹے سمجھے جانے والے بڑی بڑی عزتوں کے مالک بن جاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ حصہ سوم صفحہ ۸۰ تا ۸۱)

---

## درخواست دعا

خاکسار کا ایک کلیم حکومت جموں و کشمیر عدالت میں چل رہا ہے جس کا فائنل فیصلہ ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے۔ اب پھر فائنل فیصلہ کے قریب ہے احباب کرام سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ جلد اسکے میرے حق میں فیصلہ ہو جیسے ۲۵۰۰/- روپے ملنے ہیں۔ اور خاکسار موصی ہے اس میں سلسلہ کا بھی فائدہ ہے اللہ تعالیٰ جلد کامیابی عطا فرمائے۔
خاکسار حکیم محمد سعید مبلغ سلسلہ احمدیہ قادیان

# محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

از مکرم محمد یعقوب امجد صاحب فاضل السنہ شرقیہ لاہور

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

لَا شَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی ٭ رِیْقُ الْکِرَامِ وَنُخْبَۃُ الْاَعْیَانِ
تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ ٭ خُتِمَتْ بِہِ النَّعْمَاءُ کُلَّ زَمَانٖ

؎

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ٭ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ٭ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

مذاہبِ عالم کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام کے دور سے پیشتر بھی ہر قوم و ملت میں ہادی و راہنما آتے رہے اور وہ اپنی اپنی قوم کے لئے دینی و دنیاوی ہر اعتبار سے کامل نمونے کے حامل سمجھے جاتے رہے۔ مگر جب انسان اپنے عروج کی معراج کو پہنچا تو نیّرِ اعظم، آفتابِ رسالت، سراجِ منیر رحمۃ للعالمین بن کر طلوع ہوا۔ اس کے طلوع ہوتے ہی ایوانِ کسریٰ کے کنگرے گر گئے، فارس کے آتشکدے خاموش ہو گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ مجوسیت کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا اور نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے بکھر گئے۔ توحید کا غلغلہ اٹھا چمنستانِ صداقت میں بہار آ گئی، آفتابِ صداقت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور وضلالتِ انسانی کا آئینہ پر نور تقدس سے چمک اٹھا۔

توحید کا بحرِ بیکراں جب موجزن ہوا تو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلتا چلا گیا۔ ریگ زارِ عرب کو سیراب کیا تو عجم کے آتشکدوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ مصر اور شام کی قدیم تہذیبیں اس کے حضور طفلِ مکتب بن کے رہ گئیں۔ چین جیسا ملک دھندا در چین کا دور دراز کا خطہ بھی اس کی فیض رسانی سے بہرہ یاب ہوا۔ مغرب کا رخ کیا تو سرزمینِ اندلس کی انتہائی سرحدوں تک اس کا طنطنہ بلند ہوا۔

یہ منبعِ فیض آج بھی جاری و ساری ہے اور تا ابد یونہی رہے گا۔ دنیا کا ہر آنے والا دور، زمانے کی ہر نئی تہذیب اور گردشِ ایام کا ہیا چکر اس سرچشمہ سے سیراب ہوئے بغیر اپنے عروج کو پا نہیں سکتا۔

میرے آقا ستودہ صفات، حضرت مکی مدنی فداہ ابی و امی تمام دنیا کے لئے ایک آخری پیغام لے کر نور بربانی کا لبادہ زیب تن فرما کر تشریف لائے۔ آپ کا پیغام رشتۂ اخوت، مہر و محبت اور ہمدردی

خلقِ خدا ایسے اوصافِ حمیدہ پر مشتمل ہے خواجۂ دو سرا نے نہ صرف یہ پیغام سنایا بلکہ ایک طویل مدت تک دنیا میں جلوہ آرائی فرماتے ہوئے اپنے قول کی اپنے عمل سے تصدیق بھی فرمائی۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اور ایک دوسری جگہ تو یہاں تک فرمایا
ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

کہ اے لوگو! اگر تم اپنے خالق و مالک سے کوئی بھی رشتہ استوار کرنا چاہتے ہو تو اس سے پہلے کہ تم اپنے خالق و مالک کے دروازے کو کھٹکھٹاؤ، ضروری ہے کہ ہمارے محبوب تاجدارِ مدینہ کے درِ اقدس پر سرِ تسلیم خم کرو۔

وہ ذاتِ اقدس جس کے اخلاق کی خود خالق و مالک مدح سرائی کرے اور جس کے اوصاف مجسم قرآن ہوں بھلا میں ناچیز کیا ہوں کہ اس کے کسی پہلو پر کچھ کہہ سکوں تاہم میں آپ کے اسوۂ حسنہ کے بعض پہلو اپنے ناقص علم کی روشنی میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

آفتابِ رسالت طلوع ہو چکا ہے اور اس کی ضیا پاشیاں بیت اللہ شریف کو جو تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن تھا بقعۂ نور بناتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ سرورِ دو جہاں اللہ تعالیٰ کے گھر کا یہ شرک گوارا نہیں فرماتے۔ کھلے بندوں توحید کا اعلان فرماتے اور بتوں سے بیزاری کی تلقین فرماتے ہیں۔ مشرکینِ مکہ اپنے بتوں کے خلاف آپ کی پند و وعظ کو سنتے ہیں تو ہر طرح سے بدلہ لینے کے لئے دوڑتے ہیں مشرکین کا گروہ حضرت ابوطالب کے پاس آخری فیصلے کے لئے پہنچتا ہے اور شکایت کرتا ہے کہ تیرا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے اور ان کے خلاف کھلے بندوں توحید کی تبلیغ کرتا ہے بہتر یہ ہے کہ آپ اسے باز رکھیں۔ ورنہ ہمیں چھوڑ دیں۔ حضرت ابوطالبؓ مشرکین کی یہ بات سن کر آنحضرتؐ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے بھتیجے میری قوم نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ اگر تو ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو اپنے بھتیجے کو بتوں کے خلاف نفرت پھیلانے سے باز رکھنا ہوگا ورنہ تجھے ہمارا ساتھ چھوڑنا ہوگا۔ چچا نے یہ بات کہتے ہوئے بھتیجے سے جواب مانگا تو بھتیجے نے جو غیرتِ الٰہی کا پتلا اور سراپا توحید ہے جوش میں آ کر کہا:۔

”اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور مجھے یہ کہیں کہ توحید کا اعلان کرنے اور بتوں کے خلاف آواز اٹھانے سے باز رہو تو خدائے واحد کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں توحید کو بیان کرنے سے نہیں رک سکتا۔“

غیرتِ الٰہی کا نمونہ ایسے وقت میں جبکہ اپنے اور پرائے سبھی خون کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اس نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یقیناً ایثار و استقلال اور محبتِ الٰہی کی ایک بین دلیل ہے۔

چاروں طرف سے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی طاقتیں نبرد آزمائی کے لئے صف آرا نظر آتی ہیں اسلام کا سپہ سالار میدانِ احد میں حیران ہے کہ مادی طاقتوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ کیسے کرے۔ دشمنانِ اسلام درندوں کی طرح پنجہ آزمائی کے لئے بے اختیار ہوئے جاتے ہیں گھمسان کا رن پڑتا ہے۔ توحید کے نام لیوا اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے درندوں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے ہیں۔ خود رسول اللہ زخموں کی تاب نہ لا کر کچھ دیر کے لئے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ جب دشمن کو ان حالات کا پتہ چلتا ہے تو وہ اپنی فتح کے نقارے بجانے کے لئے کہتا ہے ہم نے محمدؐ کو مار دیا (نعوذ باللہ من ذالک) آپؐ نے سنا تو صحابہ کو جواب دینے سے منع فرمایا۔ دشمن پھر پکارتا ہے ہم نے ابو بکرؓ کو مار دیا (نعوذ باللہ من ذالک) آپؐ نے پھر خاموش ہونے کی تلقین فرمائی۔ دشمن پھر آواز دیتا ہے ہم نے عمرؓ کو مار دیا (نعوذ باللہ من ذالک) آپؐ نے اس پر بھی جواب دینے سے منع فرمایا۔ جب دشمن کو کوئی جواب نہیں ملتا تو وہ اپنی فتح کے گھمنڈ میں فخریہ انداز میں ”ہبل ہبت کی جے۔ ہبل دیوتا کی جے“ کے نعرے لگاتے ہیں۔ یہ آواز جب محبوبِ کائنات کے کانوں تک پہنچتی ہے تو آپؐ زخموں کی شدت کے باوجود مستعد ہو کر اٹھ بیٹھتے ہیں اور چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ سے فرماتے ہیں جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہؓ سراپا التجا بن کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ کیا جواب دیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہو ”اللہ ہی سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی جلال والا ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا اور اللہ ہی جلال والا ہے۔“

اللہ کے نام پر غیرت اور توحید کے نام پر جان نثاری یقیناً اسی گروہ کا کام ہے اگر آج ہمارے اندر بھی غیرتِ الٰہی کا یہ جوش اور جان نثاری کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو جس مقصد کے لئے رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے عظیم قربانیاں پیش کیں اس کے پورا کرنے میں ہمارا کیا حصہ ہو سکتا ہے اور اگر ہم اس سے کوتاہی کریں تو یقیناً ہماری بدبختی ہوگی۔ اسلام کا غلبہ مقدر ہو چکا ہے اور وہ ہر حالت میں ہو کر رہے گا۔

ہمت اے اجرِ نصرت دا دست ایں ہمی ورنہ فضل است آسمان ست ایں بہر جانب شود پیدا

رسول اللہ ایک انسانِ کامل ہیں اور ہر قسم کے کمال آپ کی ذات ستودہ صفات میں بدرجہ نہایت موجود ہیں۔ ہر شعبۂ زندگی میں آپ نے ایسے ایسے نشانِ راہ چھوڑے ہیں اور فضل و رحمت کی تاریک راہوں کو اس طرح منور کیا ہے کہ چشم بینا کہیں بھٹکنے نہیں پاتی۔ ابھی ابھی بتانے آپ کی پُر نور زندگی کا ایک زریں ورق پیش کیا ہے جس کے ایک ایک سطر پیشِ خدمت ہے اور یہ ہے آپؐ کا اپنے دشمنوں سے حسن سلوک اور درگذر کرنا۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک جنگ کے دوران جب کچھ وقفہ ہوا تو رسول اللہ تنہائی میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے۔ اور آپؐ کی تلوار اسی درخت سے لٹک رہی تھی۔ تقدیراً ایک دشمن ادھر آ نکلا وہ آگے بڑھا اور آپؐ کی تلوار کو قبضے میں کر لیا۔ پہلے تو اس نے چاہا کہ حالتِ غفلت میں ہی وار کرے مگر عرب قوم کی روایتی شجاعت اور دلیری نے اس کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ اس دشمن نے آنحضرتؐ کو جگایا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب کون ہے جو اس وقت تمہیں میرے وار سے بچا سکتا ہے؟ آپؐ نہایت پُرسکون لیٹے رہے اور پورے ایمان و ایقان سے فرمایا ”اللہ“ آپؐ نے اس جذبے سے ”اللہ“ فرمایا کہ اس دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ بے سکت سا ہو کر رہ گیا۔ آپؐ نے اٹھ کر وہ تلوار پکڑ لی اور پھر فرمایا ”بتاؤ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟“ اس نے کانپتے ہوئے کہا آپ ہی مہربانی فرمائیں تو میں جان کی امان پا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہارا محافظ بھی وہی خدائے یگانہ ہے جس نے تیرے ہاتھ سے مجھے بچایا۔ اتنا فرمایا تو وہ دشمنِ جان فدوی بن کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔ حضرات دیکھئے اس واقعہ میں ایک دشمن جان کی جاں بخشی

کیونکہ فرمانے میں شاید کوئی دوسرا ہوتا تو دشمن پر غلبہ پانے کے بعد اس کی گردن تن سے جدا کر دیتا۔ مگر وہ سراپا رحمت، اور عفو و درگذر کا پتلا، عزت … اس کی جان بخشی کرتا ہے بلکہ اپنی قوت قدسیہ سے اس کے تاریک دل میں ایک ایسا نور بھر دیتا ہے کہ اس کا سینہ نور ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ عفو و درگذر کے سلسلے میں ایک دوسرا تاریخی واقعہ جس کی اہمیت کو اپنوں اور بیگانوں نے تسلیم کیا ہے۔ وہ یوم فتح مکہ پر معافیٔ عام کا اعلان ہے۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مکہ کی فتح عظیم سے نوازا اور خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اس میں توحید الٰہی کا آوازہ بلند فرمایا (تو مکہ کے تمام رؤسا) اور عوام کو بلا بھیجا۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے اہل مکہ بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ اہل مکہ نے کہا کہ نیک بھائی کا نیک بیٹا ہے ہمیں اس سے نیکی کی امید ہے۔ حضور نے جب کفار مکہ کی زبان سے یہ کلمات سنے تو فرمایا:۔

لا تثریب علیکم الیوم
فاذھبوا انتم الطلقاء

فرمایا۔ آج تم پر کوئی سختی نہیں کی جائے گی۔ جاؤ تم آزاد ہو اور ساتھ ہی اپنے جاں نثار صحابہ کو حکم دیا کہ وہ تمام مکی جائیدادوں سے دست بردار ہو جائیں۔ درگذر کا یہ مقام اور حسن سلوک کی یہ روایت ہمیشہ کے لئے تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھی جائے گی۔ غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عفو کا جو نمونہ داعیٔ اسلام نے پیش کیا اس جیسا نہ پہلوں نے پیش کیا اور نہ کبھی بعد میں آنے والے پیش کر سکیں گے۔

آپ کی حیات طیبہ کا ایک ایک پہلو ہمارے لئے ایک زندگی بخش اور روح پرور پیغام پیش کرتا ہے۔ یہ مقام غور ہے کہ وہ لوگ جو آپ کے خون کے پیاسے رہے اور اس منحوس گھڑی کے منتظر تھے کہ وہ اپنی مادی طاقتوں سے اس چراغ ایزد افروز کو بجھا دیں گے اس طرح کہ روئے زمین پر اسلام کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے گا مگر جب ان کی تمام طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں اور توحید کا بطل جلیل انہیں اپنی بطش شدید میں لے لیتا ہے تو وہ ان کے ناروا سلوک کے باوجود ان کے لئے ایک تاریخی معافی کا اعلان کرتا ہے۔ ایسی معافی کہ جس کی نظیر روحانی و مادی دونوں جہانوں میں ناپید ہے۔

رسول اللہ ہر شعبہ زندگی میں ہمارے لئے ایک مینار راہ ہیں۔ کہ جن کی کرنیں قدم قدم پر ہمیں ٹھوکریں کھانے سے بچاتی اور راستے کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی ہیں۔ لیجئے۔ آپ کی سیرت طیبہ کا ایک اور ورق پیش خدمت ہے

انسانی فطرت ہے کہ جب اس کے سامنے معمول سے بڑھ کر کوئی دشواری آجاتی ہے۔ یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام مادی اسباب اس کی یاوری چھوڑ دیتے ہیں تو وہ ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر جناب رسالتمآب کی مقدس زندگی کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے کسی موقعہ پر بھی استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے بلکہ ایسے آڑے وقت یا سختی میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے اور اس کے ذکر سے سکون پاتے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کرنے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت فرما گئے۔ مکہ سے نکلنے کے بعد تین دن غار ثور میں گذارے۔ سخت بے چین ہوتے اس لئے کہ دشمنان دیوانہ وار آپ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ آپ کا کھوج لگاتے لگاتے غار ثور کے منہ تک پہنچ گئے اتنے قریب کہ حضرت صدیق اکبرؓ ان کے پاؤں کو دیکھ رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ کہ اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف جھک کر دیکھیں تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ بیچارگی کا عالم ہے کوئی راہ فرار نہیں اور کوئی بچنے کی صورت نظر نہیں آتی۔ لیکن وہ توکل الہیٰ کا مجسمہ اپنے رفیق سفر صدیق اکبرؓ سے کہتا ہے گھبرایئے نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے، حضرات توکل الہی ملاحظہ ہو۔ مگر یہ مقام اس خوش نصیب کو ملا اور مل سکتا ہے جس نے اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ راہ خدا میں قربان کر دیا اس طرح کہ ہر دکھ اور تکلیف کو اس خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ہر کانٹے کو پھول جانا اور مصیبت کے ہر ٹوٹنے والے پہاڑ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی سمجھا غار ثور کے واقعے کی طرف قرآن مجید نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

آپ کے توکل کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرکین مکہ ناکام لوٹ گئے اور آپ بخیر و خوبی اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ہجرت کا سارا واقعہ آپ کے توکل علی اللہ کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مطلق بھروسہ نہیں ہے وہ کیونکر یہ باور کر سکتا ہے کہ وہ نرغۂ اعداء سے بچ کر نکل جائے گا۔

ہجرت کا سفر ابھی جاری ہے رسول اللہ اپنے یار غار صدیق اکبرؓ کے ہمراہ اونٹنیوں پر سوار ہو کر چلے جا رہے ہیں کہ اچانک ابوبکر صدیق پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو انہیں ایک برق رفتار سوار آتا ہوا دکھائی دیتا ہے صدیق اکبرؓ رسول اللہ سے اس سوار کی آمد کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر آپ مطلق توجہ نہیں دیتے صدیق اکبر مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں۔ ادھر لمحہ ان کا خوف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ انہیں اپنی جان عزیز تھی بلکہ اس لئے کہ وہ خواجۂ دو سرا کو کوئی کانٹا لگتا (بھی) دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب سوار بہت قریب آ پہنچا تو صدیق اکبر نے پھر عرض کیا مگر آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اور [illegible] کرتے ہوئے تلاوت قرآن پاک کا ورد جاری رکھا۔ سوار آگے بڑھتا ہی جاتا تھا اور وہ اس زعم میں تھا کہ وہ ابھی بڑھ کر غلبہ پالے گا کہ اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر منہ کے بل جا پڑا۔ وہ اٹھا سنبھلا اور پھر بڑھا کہ اچانک اس کا گھوڑا پھر لڑکھڑا گیا۔ جب تیسری مرتبہ اس نے جرأت کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس کے رہ گیا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں رحم کی درخواست کی۔ آپ نے مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا تو اس کا سینہ نور ایمان سے منور ہو گیا۔ حضرات یہ شہسوار نہ تھے گھوڑ سوار سراقہ بن مالک تھے جن کے متعلق آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے سراقہ حیران ہو کر پوچھتا کسریٰ شہنشاہ ایران کے؟ آپ نے فرمایا ہاں

اللہ اللہ توکل کی کیا شان ہے کہ دشمن تیروں کی بارش کیا چاہتا ہے مگر متوکل علی اللہ اپنے بدخواہ کی تیر اندازی سے اتنا بے نیاز ہے کہ مڑ کر دیکھنا بھی توکل کی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ توکل ایک عظیم طاقت ہے اور اس کا حصول تبھی ممکن ہو سکتا ہے جبکہ انسان اپنے ہر کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑ دے۔ ہر دکھ کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرے اور آرام کو [illegible] جانے

حضرات جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کی فلسفیت یہی ہے۔

### یک قطرہ ز بحر کمال محمد است

ہم سب کے کہ آپ کے اخلاق فاضلہ کے بحر زخار میں شناوری کرنا ہر ایسے جیسے فرد مایہ کی طاقت سے باہر ہے آپ نے اپنے ظہور قدسی سے وصال مبارک تک اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی مخلوق کی بھلائی کے لئے اس انداز سے وقف فرمایا کہ اگر ایک انسان کو طویل سے طویل عمر دیا جائے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ صحت کی دولت سے مالا مال رہے اور پھر ایسا انسان عمر بھر آپ کی سیرت و سوانح لکھتا رہے یا مجالس میں بیان کرتا رہے تو پھر بھی وہ انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔

اپنے ذاتی کردار، حسن سلوک اور راست گفتاری کی بدولت آپ نے عرب جیسی وحشی قوم کو جو کسی کی اطاعت گوارا نہیں کرتی تھی اپنا مطیع و فرمان بنایا۔ نہ صرف مطیع فرمان بنایا بلکہ اسے حیوانیت کے درجے سے اٹھا کر انسان بنایا، با اخلاق انسان بنایا، باخدا انسان بنایا اور پھر اسے انسانیت کی انتہائی معراج تک پہنچا دیا۔

صادفتھم قوماً کروث ذبالۃ
فجعلتھم کسبیکۃ العقیان
احییت اموات القرون بجلوۃ
ماذا یماثلک بھذا الشان

آج کی مہذب دنیا میں جس قدر تہذیب کا دور دورہ اور چرچا ہے یہ سب آپ کی پیش کردہ تہذیب کی کرنیں ہیں۔ آپ نے عرب کی وحشی قوم کو انسانیت کا درس دیا اور وہ اپنے دور میں آموزگار ہو جیسا میں کہ اس مقدس کام کو تمام کرنے کے لئے اکناف عالم میں پھیل گئے ہیں آپ کا احسان ایک عظیم ہے جو تمام دنیا کے لئے چادر رحمت بن کر پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

اللہ کی لاتعداد رحمتیں ہوں اس وجود پاک پر کہ جس نے انسانیت کو امن کا پیغام دے کر ہلاکت کے گہرے گڑھے سے بچا لیا۔ اور بے شمار رحمتیں ہوں آپ کی آل پر کہ جن کی بدولت ہم تک آپ کے اسوۂ حسنہ کے بابرکت نقوش پہنچے ؎

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

# جوامع الکلم

(۱) پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو اکھاڑے میں پچھاڑتا ہے بلکہ (در اصل) پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پائے (بخاری)

(۲) لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو تنگی نہ چاہو۔ انہیں مطمئن کرو اور نفرت پیدا نہ کرو (بخاری)

(۳) خدا اس شخص پر رحم کرے جو بیچنے، خریدنے اور قرض کا تقاضا کرتے وقت نرمی کرتا ہے (بخاری)

(۴) جو شخص محسن لوگوں کا شکریہ نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا (ترمذی)

(۵) خدا تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا کہ کون حسین ہے بلکہ اس کی نگاہ تمہارے دلوں اور عملوں پر ہے (مسلم)

(صلی اللہ علیہ وسلم)

# ایمان ـــــ اور ـــــ عمل

جسم ایمان سعی و کوشش سے ہے پاتا نمود
آرزو ئے بے عمل کچھ بھی نہیں اک خواب ہے
(کلام محمود)

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

**مبارک عہد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم** آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے اسلام کا مکمل ضابطۂ حیات پیش فرمایا۔ نہ صرف پیش ہی کیا بلکہ اپنے اُسوۂ حسنہ سے اُس ضابطۂ حیات کی ایک عملی تصویر نسلِ انسانی کے سامنے بطور مشعلِ راہ رکھ دی جس کی روحانی کرنوں سے فیض یاب ہو کر لاکھوں انسانوں نے راہِ ہدایت پائی۔ اور اس طرح دنیا میں ایک عظیم الشان سماجی، روحانی اور روحانی انقلاب کی بنیاد رکھ دی گئی۔ صحابہ کرام رضؓ جنہوں نے اُسوۂ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنایا۔ اُن کا عمل کردار، ایثار و استقلال اور حق، صداقت کے لئے قربانی و جانفروشی تاریخِ عالم کا ایک درخشندہ باب ہے۔ اسلام ہی اُن کا اوڑھنا اور بچھونا تھا۔ اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت اُن کا نصب العین تھا۔ انہوں نے اپنے ایمان کو عمل کے قالب میں ڈھالا اور کامیاب ہوئے اور کامرانیوں سے ہمکنار ہو گئے گو اُن کو خدا تعالےٰ پر زندہ یقین اور توکل حاصل تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ کبھی بھی سعی و کوشش اور جدوجہد سے غافل نہ ہوئے جس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے دین و دنیا میں ایسے مظفر و منصور ہوئے کہ ایک طرف اللہ تعالےٰ سے رسول نے اُن کی شانِ بلند کا ان الفاظ اظہار فرمایا

"اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم"۔

کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن کی بھی تم اتباع کرو ہدایت پا جاؤ گے۔

تو دوسری طرف خود بارگاہِ رب العزت سے اُن کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے الفاظ میں خوشنودی و رضا کا سرٹیفیکیٹ عطا ہوا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد و بارک وسلم۔

**ایک انذار** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک زمانہ اور بعد میں آنے والے خطرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

(۱) خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب

(ب) یأتی زمان علی الناس لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہٗ ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہٗ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیہم تعود۔"
(مشکوٰۃ)

کہ بہترین صدی میری صدی ہے۔ پھر دوسری اور پھر تیسری۔ اس کے بعد جھوٹ اور گمراہی پھیل جائے گی۔ اور ایک زمانہ ایسا آجائے گا۔ کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن مجید کا صرف نقش باقی رہ جائے گا مساجد ہدایت سے خالی ہوں گے اور علماء زمین پر بدترین مخلوق کی حیثیت اختیار کریں گے۔ کیونکہ اُن کا کام فتنہ انگیزی و فتنہ پروری ہوگا۔

اسلام پہ یہ نازک دور تبھی آسکتا تھا جب کہ مسلمان اعتقادی اور عملی اعتبار سے کمزور ہو جائیں۔ اور اُن کے اندر سے اپنے اسلاف جیسی قوتِ عملیہ مفقود ہو جائے نہ اُن کا سا جذبۂ روحانی ہے اور نہ ہی وہ ولولۂ ایمانی۔ یہ ایک زبردست انذار تھا۔ جس کی طرف مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالےٰ سے علم پا کر مسلمانوں کو قبل از وقت متوجہ کر دیا۔ مگر ہائے افسوس! مسلمانوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور تقدیر کے نوشتے پورے ہو گئے۔ اور موجودہ زمانہ اس انذار کی منہ بولتی تصویر و تصدیق ہے چنانچہ

(۱) نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال بدیں الفاظ اعتراف کرتے ہیں کہ:۔

"یہاں تک کہ اب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر اُن کے ہیں۔ جو نیچے آسمان کے ہیں۔ اُنہیں سے فتنے نکلتے ہیں۔ اور اُنہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"
(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

(ب) مولانا الطاف حسین صاحب حالی اپنی مسدس حالی میں اسلام کی اس خطرناک حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(ج) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری رقمطراز ہیں:۔

"مشکوٰۃ صفحہ ۳۸ حضرت علیؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔ کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کا رسم خط۔ اس وقت مولوی آسمان کے تلے بدترین مخلوق ہوں گے۔ سارا فتنہ و فساد انہی کی طرف سے ہوگا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آجکل وہی زمانہ آگیا ہے۔"
(اہلحدیث ۲۵ر اپریل ۱۹۳۱ء)

(۳)

**آنحضرت صلعم کی ایک بشارت** اسلام کے متذکرۃ الصدر نازک دور کے آنے کی خبر دینے کے ساتھ ساتھ ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بھی دی تھی کہ یہ اُمت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں مَیں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ایک دن آپؐ نے صحابہؓ کے استفسار پر حضرت سلمان فارسی رضؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا:۔

لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہٗ رجل او رجال من ھؤلاء (بخاری)

کہ اگر ایمان اُڑ کر ثریا تک بھی پہنچ گیا ہوگا۔ تو اہلِ فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے پھر واپس لے آئیں گے۔"

چنانچہ ان بشارتوں کے عین مطابق اس چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں اللہ تعالےٰ نے ایک فارسی الاصل انسان حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو تجدیدِ دین اور احیاء اسلام کے لئے مبعوث کیا اور فرمایا:۔

"اُس خدا نے جس نے مجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چُنا۔" (رسالۂ القلوب)

اپنی بعثت کے بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس پُر آشوب زمانہ میں دنیا کو یہ امید افزا پیغام دیا۔ کہ

"اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ..... اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"
(فتح اسلام صفحہ ۱۵-۱۷)

(۴)

**ایمان اور عمل** پس مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں اس مامورِ ربانی کی شناخت اور پھر اُس پر ایمان لانے کی سعادت و توفیق ملی، مگر یہ ایمان۔ عمل کی بھاری ذمہ داریوں کو ان مومنین مخلصین کے کندھوں پہ ڈالتا ہے۔ اگر ہم دنیا میں پھر اسلام کا غلبہ چاہتے ہیں۔ تو ہم کو اُسی راستہ پر قدم مارنا ہوگا جو ہمارے اسلاف صحابہ کرام رضؓ کا راستہ تھا۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ خود فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) "اللہ تعالےٰ نے اس بات کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے۔ اس جماعت کے ساتھ ملا دیا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے۔ اسلئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو، اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو وہی۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو۔ جو صحابہ کی تھی۔"
(الحکم)

(ب) نیز فرمایا:۔

"یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں کہ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی۔ جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

# حضرت خلیفہ اوّل رضؓ حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے۔ مؤلف اصحاب احمدؑ۔ قادیان

حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں نہایت رفیع تھا۔ چنانچہ حضورؑ رسالہ فتح اسلام میں نہایت دردناک الفاظ میں احباب کو مالی خدمت کی تلقین کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ میں اس کے اظہار اور اس شکر کے ادا کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں۔ جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نور دین ہے میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کی طرح سے اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اور اگر میں اجازت دیتا

وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نور الدین ... نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ ...

"مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جان نثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ان کے حال سے۔ ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اس راہ میں فدا کر دیں۔ ان کی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نہایت درجہ کی بے رحمی ہے کہ ایسے جان نثار پر وہ سارے بوجھ فوق الطاقت ڈال دیئے جائیں جن کو اٹھانا ایک گروہ کا کام ہے بیشک مولوی صاحب اس مہمات کو بہم پہنچانے کے لئے تمام جائیداد سے بیدار ہو جانا اور ابوبکر کی طرح یہ کہنا کہ "میں اکیلا آیا اور اکیلا جاؤں گا" قبول کر لیں گے۔ لیکن یہ فریضہ تمام قوم میں مشترک ہے۔"

حضور ایدہ اللہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حبی فی اللہ مولوی حکیم نور دین صاحب بھیروی۔ مولوی صاحب ممدوح کا حال کس قدر رسالہ فتح اسلام میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن ان کی تازہ ہمدردیوں نے پھر مجھے اس وقت ذکر کرنے کا موقع دیا۔ ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔ اگرچہ ان کی روز مرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر ایک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اول درجہ کے نکلے۔ مولوی صاحب موصوف اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ

قرار در کف آزادگان نگیرد مال

لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا۔ اور اب بیس روپیہ ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا۔ اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔ میں یقیناً دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہ ہو جو محب کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراح صدر کسی میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور طاقت بالا نے خارق عادت اثر ان پر کیا ہے۔ انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعوے کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے۔ امنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین

مولوی صاحب موصوف کے اعتقاد اور اعلیٰ درجہ کی نور ایمانی کا ایک یہ بھی نمونہ ہے کہ وہ جموں کے ایک جلسہ میں مولوی صاحب کا ایک ڈاکٹر صاحب جن کا نام جگن ناتھ ہے اس عاجز کی نسبت کچھ تذکرہ ہو کر مولوی صاحب نے بڑی قوت اور استقامت سے یہ دعویٰ پیش کیا کہ خدا تعالیٰ ان کے یعنی اس عاجز کے ہاتھ پر کوئی آسمانی نشان دکھلانے پر تیار ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے انکار پر مولوی صاحب نے ریاست کے بڑے بڑے ارکان کی مجلس میں یہ شرط قبول کی کہ اگر وہ یعنی یہ عاجز کسی مدت مسلمہ فریقین پر کوئی آسمانی نشان دکھلا نہ سکے تو مولوی صاحب ڈاکٹر صاحب کو پانچ ہزار روپیہ بطور جرمانہ دیں گے اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے یہ شرط ہوئی کہ اگر انہوں نے کوئی نشان دیکھ لیا تو وہ بلا توقف مسلمان ہو جائیں گے اور ان تحریری اقراروں پر بذریعہ ذیل گواہیاں ثبت ہوئیں۔

لالہ بہادر جنرل ممبر کونسل ریاست جموں غلام محی الدین لالہ سراج الدین احمد سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈاک خانہ جات ریاست جموں سرکار سنگھ سیکرٹری راجہ امر سنگھ صاحب بہادر پریذیڈنٹ کونسل۔ مگر افسوس کہ ڈاکٹر صاحب ناقابل قبول اعجازی صورتوں کو پیش کر کے ایک حکمت عملی سے گریز کر گئے۔ ..... مولوی صاحب نے وہ صدق قدم دکھلایا جو مولوی صاحب کی عظمت ایمان پر ایک محکم دلیل ہے دل میں ازبس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء و احسن الیھم فی الدنیا والعقبیٰ۔"

آئینہ کمالات اسلام میں حضور تحریر کرتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے کہ

"جب آپ میرے پاس آئے ملاقات ہوئی تو میں اپنے تمام غم بھول گیا یقین ہے آپ کو نصرت کی مختلف راہوں میں سبقت لے جانے والا پایا ہے کسی دوسرے کے مال نے مجھے اس قدر فائدہ نہیں دیا جو خدا کے عطا کردہ آپ کے مال نے۔ میں نے ان جیسا کوئی نفیس وجود (عبقری) نہیں دیکھا۔ ابتدائی ملاقات (باقی صفحہ ۱۲ پر)

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

# تاریخی مناظرہ یادگیر کے چشم دید کوائف

از قلم چوہدری سیف احمد صاحب گجراتی۔ نائب ایڈیٹر بدر

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان ہے کہ اس نے مجھے یادگیر کے تاریخی مناظرہ میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اس مناظرہ میں پہلے مسودات کی تیاری میں اور پھر ایام مناظرہ میں پرچے لکھے جانے کے وقت تحریر کا سارا کام کرنے کی بھی توفیق بخشی۔

سہ حانی جماعتوں کی ترقیات کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے انتظامات کئے جاتے ہیں وہاں ایک انتظام یہ بھی ہوتا ہے کہ انبیاء کا پیغام مخالفین کے ذریعہ دور دراز تک پہنچایا جاتا ہے انبیاء کی جماعتیں ابتداء میں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اور بے سر و سامان بھی۔ ان کے ذرائع محدود اور مسدود ہوتے ہیں۔ اور یہ ان کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ وہ دور دراز کے علاقوں تک پیغام حق پہنچائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس کمی کا ازالہ اس طرح کرتی ہے کہ خود مخالفین حق کے ذریعہ سے یہ پیغام دور دراز تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجئے شروع زمانہ میں جب کہ احمدیت کے پاس مبلغین اور مسلمان کم تھے۔ اور نشر و اشاعت کے ذرائع کا فقدان تھا۔ تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اُٹھے۔ اور انہوں نے ہندوستان بھر میں دورہ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا اور اُسے شائع کیا اور دور دراز علاقوں تک پہنچایا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سعید روحیں جو ہر زمانہ میں پردوں سے نیکی کا اثر اخذ کرتی ہیں ان کے دلوں میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مخالفانہ اور معاندانہ پروپیگنڈے نے تحقیق حق کا مادہ پیدا کیا۔ اور وہ اس چشمۂ علم و عرفان کی طرف دوڑیں جہاں اس زمانہ کا مامور ربانی مصروف افاضہ بیٹھا رہا تھا اُنہوں نے دیکھا کہ وہ شخص جس کے خلاف ہندوستان کے علماء نے کفر کا فتویٰ عائد کیا تھا وہ عالم بالا کی کوئی مخلوق ہے جو پانی کے قطرے کو ترستے خشک ہونے پر آسمان سے باران رحمت اپنے ساتھ لے کر نازل ہوا ہے۔ اور جسے علمائے زمانہ کافر کہہ کر پکار رہے ہیں۔ اس کا دعویٰ تو یہ ہے کہ

> جان و دلم فدائے جمال محمد است
> خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

ایک چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمد است

یعنی میں اپنے دل و جان سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال بے مثال اور حسن لازوال پر فدا ہوں بلکہ میں آلِ محمد کے کوچہ کی خاک ہوں۔ اور یہ جو میں خلق خدا کو روحانی خزائن سے مالامال کر رہا ہوں یہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات روحانی کے بحر ناپیدا کنار کا صرف ایک قطرہ ہے!

چنانچہ ان سعید روحوں نے حق کو شناخت کر لیا۔ اور اپنے آپ کو احمدیت کے دامن سے وابستہ کر لیا اور یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ جماعت سینکڑوں ہزاروں تک اور ہزاروں سے لاکھوں کی تعداد تک پہنچتی چلی گئی۔ ان علماء کی زبانیں مخالفانہ پروپیگنڈے کر کر کے گھس گئیں لیکن احمدیت کی روحانی فوج کو بڑھنا تھا اور وہ بڑھتی ہی چلی گئی۔ اسے فتح و ظفر کے اوج و رفعت پر چڑھنا تھا اور وہ چڑھتی ہی چلی گئی۔ اور آج مخالف دنیا حیرت اور استعجاب میں ڈوبی ہوئی حسرتناک نگاہوں سے دیکھ رہی ہے کہ احمدیت کے ذریعہ اسلام کا پرچم دنیا کے ہر کونے میں لہرانے لگا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

مناظرۂ یادگیر کی بنا بھی اسی طرح پڑی یادگیر میں علاقہ مدراس کا کوئی غیر احمدی مولوی آیا اور اس نے کئی جلسوں میں اور مجلسوں میں اور مسجدوں میں احمدیت کے خلاف نہایت سخت پروپیگنڈا کیا اور وہاں کی غیر احمدی پبلک کو احمدیوں کے خلاف اشتعال دلایا اور ساتھ ہی مناظرے کا چیلنج بھی دیتا رہا چنانچہ جماعت احمدیہ یادگیر نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے وہاں کے ذمہ دار غیر احمدی اصحاب سے خط و کتابت کی اور بہی خط و کتابت اور شرائط وغیرہ طے کرنے کے بعد یہ مناظرہ ۲۳ تا ۲۷ نومبر ہونا قرار پایا اس طرح پر کہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ نومبر کو یہ مناظرہ ضبط تحریر میں لایا جائے اور ۲۶ اور ۲۷ نومبر کو ایک پبلک جلسہ منعقد کر کے سنایا جائے۔

دوران مناظرہ انتظامات کو کنٹرول کے لئے فریقین نے متفقہ طور پر یادگیر کے ایک معزز سکھ ہوئے اور واقف شخص مسٹر وشوانا تھ ریڈی کا انتخاب کیا۔ جو یادگیر میں کئی سو ایکڑ زمین کے مالک ہیں۔ اور باپ کے ورثہ میں سے بہت سی دوسری جائیدادوں کے بھی مالک ہیں اور گریجوایٹ ایل ایل۔ بی ہیں۔ لیکن وہ وکالت کا کام نہیں کرتے بلکہ تجارت کرتے ہیں۔ اور ایک سیاسی پارٹی لوک سنگھ کے لیڈر ہیں۔ اور بہت اثر و رسوخ اس علاقہ میں رکھتے ہیں۔

جب کہ میں آگے چل کر عرض کروں گا مسٹر ریڈی کے متعلق ابتداء میں ہمارے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ وہ سیاسی لیڈر ہیں اور یادگیر کی جماعت احمدیہ کے ساتھ ان سے کوئی تعلقات بھی نہیں رہے بلکہ گذشتہ الیکشن میں جماعت احمدیہ نے انہیں ووٹ بھی نہیں دیئے تھے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ سیاسی لیڈروں کے عام معمول کی طرح اپنی سیاسی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ کوئی ایسی بات کر گذریں جو عدل و انصاف کے خلاف ہو۔ لیکن جب دونوں فریقوں نے متفقہ طور پر انہیں صدر تسلیم کر لیا۔ تو جماعت احمدیہ اس یقین پر قائم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ مسٹر ریڈی کو انصاف کی توفیق دے گا اور یقین اور وثوق ایسی چیز ہے جس کی پشت پناہی قدرت کے زبردست ہاتھ کی طرف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ اگلے واقعات میں ذکر آئے گا مسٹر ریڈی نے عدل و انصاف کا وہ اعلیٰ مظاہرہ کیا جو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر تھا

تحریری مناظرہ انہی مسٹر ریڈی کے ایک گودام میں ہونا قرار پایا تھا جس کے کوائف

## "قادیان" - اور اس کی برکات

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

اکمل جو ناتواں ہے
مشتاق قادیاں ہے
دارالاماں دکھا دے
گلزار تو کھلا دے
وہ یادگار مہدی
ہے نور بار مہدی
وہ مقبرہ بہشتی
جائے نکو سرشتی
مینارۂ احمدیت
دربار احمدیت
بیت الدعاء احمد
یہ انتہائے احمد
وہ سب شعائر اللہ
ثابت بہ کلمۃ اللہ
وہ اجتماع ملت
مژدہ اسانِ خلت
جمہور کی دعائیں
تا عرش پہنچ جائیں

اک مشت استخواں ہے
سبحان من یرانی
بچھڑوں کو پھر ملا دے
سبحان من یرانی
یعنی مزار مہدی
سبحان من یرانی
جنت کی جو ہے کشتی
سبحان من یرانی
انوار سرمدیت
سبحان من یرانی
وہ ابتدائے احمد
سبحان من یرانی
برہان رفعۃ اللہ
سبحان من یرانی
کثرت نہاں بہ قلت
سبحان من یرانی
اور اُس کی التجائیں
سند قبول لائیں

سبحان من یرانی

پیش کیا۔

نمبر۱۔ دونوں طرف سے ایک ایک مناظر ہوگا۔ ان کے ناموں کا اعلان دوران تحریری مناظرہ شروع ہونے سے قبل کر دیا جائیگا یعنی یہ گنجائش رکھی گئی تھی کہ اگر ان تین ایام میں کسی فریق کو مناظر تبدیل کرنا مقصود ہو تو وہ کر سکے۔

نمبر۲۔ اس مناظرہ میں مدعی جماعت احمدیہ تھی یعنی پہلا اور آخری پرچہ ہر موضوع پر جماعت احمدیہ کا تھا۔

نمبر۳۔ مناظرہ کے تین موضوعات تھے (۱) حیات و وفات مسیح علیہ السلام (۲) ختم نبوت و اجرائے نبوت (۳) صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

نمبر۴۔ ہر موضوع پر سات پرچے۔ جن میں سے چار پرچے مدعی یعنی جماعت احمدیہ کی طرف سے اور تین پرچے مدعا علیہ یعنی اہل سنت والجماعت کی طرف سے۔ پہلا اور آخری پرچہ جماعت احمدیہ کا ہوتا تھا۔

نمبر۵۔ یہ تحریری مناظرہ ہر روز صبح نو بجے سے قریباً دو بجے بعد دوپہر تک اور پھر تین بجے بعد دوپہر سے ساڑھے چھ یا پونے سات بجے شام تک ہوتا تھا۔

نمبر۶۔ مناظرہ کے پرچے جن کاغذات پر لکھے جاتے تھے ہر پرچہ شروع ہونے سے پہلے مناظرہ کے تینوں صدران سب کاغذات پر دستخط کرتے تھے۔ اور پرچہ ختم ہونے پر دستخط والے بچے ہوئے کاغذ واپس لے لئے جاتے تھے یعنی کسی فریق کے لئے ایسی گنجائش قطعاً نہ تھی کہ وہ کوئی مضمون یا اقتباس یا حوالہ گھر سے لکھ کر لے آئے۔ بلکہ ہر فریق کو وہیں میدان مناظرہ میں اپنا پرچہ تحریر کرنا ہوتا تھا۔

نمبر۷۔ جب کسی فریق کے پرچے کی باری آتی تھی تو اسے دستخط شدہ سفید کاغذات دے دیئے جاتے تھے۔ اور صدر مسٹر ریڈی کا سا گھنٹی بجاتے تھے۔ اور پرچہ لکھنا شروع کر دیا جاتا تھا۔ ایک گھنٹہ وقت ختم ہو جانے کے بعد صدر صاحب گھنٹی بجاتے تھے۔ اور اسی وقت لکھا ہوا پرچہ ان تک پہنچا دیا جاتا تھا۔

نمبر۸ میں اوپر یہ عرض کرنا بھول گیا ہوں کہ صدر مناظرہ مسٹر ریڈی کے ساتھ ہر دو فریق کی طرف سے بھی ایک ایک نمائندہ مقرر تھا جن کی پوزیشن بھی صدر ہی کی تھی۔ گویا مسٹر ریڈی کو پوزیشن صدر اعلیٰ کی تھی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مکرم چوہدری مبارک علی صدر تھے اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے مکرم جناب عبدالرحیم صاحب وکیل صدر تھے۔ جو بڑے سادہ مزاج اور شریف النفس انسان معلوم ہوتے تھے۔

نمبر۹۔ جب ایک فریق پرچہ لکھ چکتا تھا تو وہ پرچہ تینوں صدر چیک کرتے تھے کہ آیا وہ پرچہ انہی کاغذات پر لکھا گیا ہے جن پر دستخط ثبت کئے گئے تھے یا

نمبر۱۰۔ یہ چیکنگ کر کے وہ پرچہ دوسرے فریق کو دے دیا جاتا تھا اور وہ جواب لکھنا شروع کر دیتا تھا۔ اس دوران میں پہلا فریق خاموش بیٹھا رہتا تھا یا اپنے کے علماء حوالہ جات کی تلاش کرتے رہتے تھے یا متوقع اعتراضات کے جواب سوچتے رہتے تھے۔

نمبر۱۱۔ اس تحریری مناظرہ کے دوران میں ہر فریق کو ایک ایک سو آدمی اپنے ہمراہ اس گودام کے اندر لانے کی اجازت تھی۔ چنانچہ دونوں طرف سے کبھی کم اور کبھی زیادہ مگر سو کی تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے آدمی ساتھ لائے جاتے تھے۔ چونکہ یہ صرف تحریری مناظرہ تھا۔ اور مناظرین میں کوئی بحث زبانی نہ ہوتی تھی اس لئے فریقین کے یہ سو سو آدمی خاموش بیٹھے رہتے تھے۔

نمبر۱۲۔ ہر پرچہ کی تین کاپیاں کرنی ہوتی تھیں۔ ایک کاپی صدر صاحب کے لئے، دوسری کاپی فریق مخالف کے لئے اور تیسری کاپی اپنے لئے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ تینوں کاپیاں کاربن رکھ کر ہی لکھتا تھا۔ اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے تین آدمی الگ الگ لکھتے تھے۔

نمبر۱۳۔ جب کوئی پرچہ ختم ہو جاتا تھا تو فوراً اس کی تینوں کاپیاں صدر صاحب کے پاس پہنچ جاتی تھیں۔ اور اگر پرچے میں کتابوں کے حوالے دیئے جاتے تھے وہ بھی ساتھ ہی صدر صاحب کے سامنے رکھے ہوئے بنچ پر پہنچانی ضروری ہوتی تھیں تاکہ فریق مخالف اگر کوئی حوالہ دیکھنا چاہے تو دیکھ لے۔ یہ کتابیں اس بنچ پر اس وقت تک پڑی رہتی تھیں جب تک فریق مخالف اس پرچہ کا جواب لکھتا رہتا تھا۔ جب وہ جواب مکمل ہو جاتا تھا یعنی ایک گھنٹہ ختم ہو جاتا تھا تو وہ کتابیں واپس آجاتی تھیں۔ اور پھر دوسرے فریق کے پرچے کے ساتھ اس فریق کی محولہ کتابیں آجاتی تھیں۔

## تحریری مناظرہ کے تین روز

تحریری مناظرہ کے پہلے روز وفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ جو ایک مشہور مسئلہ ہے اور جسے ان بحثوں میں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس پر پہلا پرچہ ہماری طرف سے تھا۔ جس کے شروع ہونے سے قبل جناب صدر مسٹر ریڈی صاحب اعلان کیا کہ آج جماعت احمدیہ کی طرف سے مناظر مولوی محمد سلیم صاحب ہوں گے اور اہل سنت والجماعت کی طرف سے مناظر مولوی محمد اسمٰعیل سونگھڑوی ہوں گے۔ یہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سونگھڑوی وہی ہیں جن کے ساتھ پہلے بھی ہماری جماعت کے مناظر ہوتے رہے ہیں۔ کیرنگ اور کلکتہ میں مولانا محمد سلیم صاحب نے ان کے ساتھ مناظرہ کیا تھا اور مونگیر میں مولانا شریف احمد صاحب

امینی نے۔

جب ہماری طرف سے وفات مسیح کا پہلا پرچہ مرتب ہو کر فریق مخالف کے ہاتھ میں پہنچا تو چونکہ ہماری طرف سے یہ کوشش کی گئی تھی کہ اسی پہلے پرچہ میں ہی وفات مسیح سے متعلق جتنے ضروری دلائل کافی تعداد میں آجائیں اس لئے جب فریق مخالف نے اس کا جواب بھجوایا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ تم لوگ تو گھر سے ہی پرچہ لکھ کر لے آتے ہو۔ حالانکہ فریق مخالف کو خوب علم تھا کہ یہ پرچہ انہی کاغذات پر لکھا گیا ہے جن پر تینوں صدر صاحبان کے دستخط ثبت ہیں۔ غالباً پرچہ کا مواد دیکھ کر فریق مخالف نے ایسا خیال کیا ہو۔ اور یہ بات صرف ایک پرچے کے جواب میں نہیں کہی گئی بلکہ کئی پرچوں کے جواب میں کہی گئی تھی۔ اور اس علم کے باوجود کہی گئی تھی کہ یہ پرچے دستخط کئے ہوئے کاغذوں پر لکھے جا رہے ہیں۔

ہماری طرف سے پرچہ لکھنے کا طریق یہ تھا کہ مکرم مولوی محمد سلیم صاحب کافی تیزی کے ساتھ بولتے جاتے تھے اور میں لکھتا جاتا تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم نے ان تمام پرچوں کے۔ باوجود کافی اور مناسب سوچ رکھتے ہوئے یا ان کے پرچوں کے اعتراضات کا جواب ہوتا تھا۔ وہ سب کا سب پرچے میں آجاتا تھا۔ سوائے اس کے کہ ایک آدھ معمولی سی بات جواب دیتے وقت نظر انداز ہو گئی ہو لیکن یہ نہیں ہوا کہ کوئی اعتراض تو تھا اور اس کا جواب وقت کے اندر مرتب نہیں ہو سکا بلکہ یہ ہوا کہ بار جب مناظر اور معاونین سے ہی وہ بات نظر انداز ہو گئی۔ اور فہرست اعتراضات میں اسے درج نہ کیا جا سکا۔

جب فریق مخالف کی طرف سے جواب آتا تو سب سے پہلے مولوی محمد سلیم صاحب اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر مارک کرتے جاتے تھے۔ اور مارک کرنے کا کام زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ لیتا تھا۔ مارک کرنے کے بعد مولوی محمد سلیم صاحب وہ پرچہ مکرم مولوی امینی صاحب کے سپرد کر دیتے تھے اور مولوی امینی صاحب اور مولوی بشیر احمد صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب مالاباری اور حکیم محمد الدین صاحب اور مولوی سمیع اللہ صاحب حوالہ جات کی تلاش میں لگ جاتے تھے۔ اور اس طرح یہ چھ سات مشینیں گویا ایک ہی بار سوئچ آن ہونے سے حرکت میں آجاتی تھیں۔

یہ پانچ منٹ کا وقت کسی گنتی شمار میں نہ ہوتا تھا بلکہ طے شدہ معاہدہ کے مطابق یہ وقت پرچہ پڑھنے کے لئے ہر فریق کو دیا جاتا تھا۔ اس پانچ منٹ کے وقفہ کے بعد صدر مناظرہ گھنٹی بجاتے تھے۔ اور گھنٹی بجتے ہی مولوی محمد سلیم صاحب بولنا شروع کر دیتے تھے اور میں لکھنا شروع کر دیتا تھا۔ وہ جیسا تیزی کے ساتھ بولتے تھے اتنی ہی تیزی کے ساتھ میں لکھتا جاتا تھا۔

آپ حضرات میں سے شاید یہ تجربہ کسی کو نہ ہو کیونکہ یہ تجربہ صرف زود نویس سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ ایک پرچہ تحریر کرتے وقت جب میرا ہاتھ ذرا سا چل ہو گیا اور ایک لفظ میں نے غلط لکھ دیا اور اسے کاٹ کر پھر غلط لکھ دیا۔ اور اسے کاٹ کر پھر درست کیا تو مولوی محمد سلیم صاحب اگلا فقرہ بھی بول چکے تھے۔ جبکہ میں ابھی پہلا فقرہ ہی مکمل نہ کر پایا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے جب تم تھک جاتے ہو تو مجھے بڑا غصہ آتا ہے بغیر بات آئی گئی ہو گئی۔ کچھ دیر گزری تھی کہ مولوی صاحب بولتے بولتے رک گئے۔ اب وقت تھا کہ میں بھی بدلہ لیتا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ مولوی صاحب جب آپ چپ ہو جاتے ہیں تو مجھے بہت غصہ آتا ہے۔ مولوی صاحب مسکرا دیئے۔

بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ جس نے ہم سب کی غیر معمولی تائید اور نصرت فرمائی اور ہم نے اپنے پرچے محدود وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اچھے پیرائے میں مرتب کئے۔ اور تحریری مناظرے کا پہلا دن خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

دوسرے روز مسئلہ اجرائے نبوت پر بحث تھی۔ دونوں فریق وقت مقررہ پر مقام مناظرہ پر پہنچ گئے تھے۔ لیکن پرچہ شروع ہونے سے قبل جب مناظرین کے ناموں کا اعلان صدر صاحب نے کیا تو فریق مخالف کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ پرچہ مناظرین خود اپنے ہاتھ سے لکھیں بشارت اس لئے کہ فریق مخالف نے پہلے روز یہ اندازہ لگایا تھا کہ جماعت احمدیہ کے پرچے میں مواد بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ اعتراض جب صدر صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ اس اعتراض کا موقعہ کل تھا۔ اور جب کل پورے دن آپ نے یہ اعتراض نہیں اٹھایا اور اپنے عمل سے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ طریق کار درست ہے تو آج دوسرے پرچے کے دن آپ کو یہ اعتراض اٹھانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

شاید فریق مخالف نے یہ سمجھا تھا کہ صدر صاحب محترم کچی گولیاں کھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ تو ایک وکیل، مدبر اور سیاستدان تھے اور دلائل دینا جانتے تھے۔ لہذا انہوں نے گھنٹی بجائی اور پہلا پرچہ ہماری طرف سے لکھنا شروع کر دیا گیا۔ دوسرے روز بھی ہمارے چار پرچے تھے اور فریق مخالف کے تین پرچے تھے اور یہ دن بھی خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ الحمد للہ۔

تحریری مناظرہ کا تیسرا دن صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرچوں کا تھا۔ اس میں ظاہر ہے کہ ہماری طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے اقتباسات

دیئے جانے اور ناگزیر تھے۔ کیونکہ حضورؑ نے اپنی صداقت کے متعلق جو براہین اور زور اور دلائل تحریر فرمائے ہیں وہ اتنے وزنی اور متوقع ہیں کہ ان کا کوئی جواب ہی نہیں۔ لیکن فریق مخالف کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ خود مرزا صاحب کی تحریرات پیش نہیں کی جا سکتیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں چونکہ ایک وجد آفریں کیفیت پائی جاتی ہے اور ان میں اتنی زیادہ قوت مؤثرہ ہے کہ اگر کسی شخص میں ذرہ بھر بھی سعادت کا مادہ پایا جاتا ہو تو یہ تحریرات فوراً دل میں اتر جاتی ہیں۔ اور اس کا اعتراف بڑے بڑے مخالفین نے بھی کیا ہے اور ہم پہلے دو لوں مناظرات کے پرچوں میں بھی حضورؑ کی کتب سے اقتباسات دیتے چلے آئے تھے۔ اور مخالف مولوی کو یہ خدشہ تھا کہ جب یہ پرچے سنائے جائیں گے تو ان تحریرات کا غیر احمدی پبلک پر اثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس لئے مد مقابل نے سابقہ پرچوں میں عمومی رنگ میں اور اس پرچہ میں بطور خاص یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ مرزا صاحب کی تحریرات پیش نہیں کی جا سکتیں۔

لیکن اس اعتراض کو چونکہ صدر صاحبان نے قطعاً کوئی وزن نہ دیا تھا۔ اس لئے ہماری طرف سے ایسے اقتباسات پیش کئے جاتے رہے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گویا اللہ تعالیٰ کے بالمواجہ بیٹھ کر بڑے ہی یقین اور بڑے ہی عظیم ایقان اور جوش کے ساتھ پیشگوئیوں کے رنگ میں تحدی فرمائی ہے۔ اس پر فریق مخالف نے اپنے جوابی پرچوں میں عجیب توجیہ کی۔ بلکہ لکھا کہ ہم پرچوں کے ان ٹکڑوں کے جواب نہیں دیتے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا تھا۔ ان کا جواب نہ دینا تو بجائے خود ایک اعتراف شکست تھا۔

بہرحال تحریری مناظرہ کا تیسرا دن بھی بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ اس روز بھی آخری پرچہ ہمارا تھا۔ فریق مخالف نے اپنے آخری پرچہ میں موجودہ ملکی حالات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے پبلک کو اور وہاں کے حکام کو اکسانے کی خاطر اس امر پر خاص زور دیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب تو فارسی الاصل نہ تھے بلکہ چینی الاصل تھے۔ اور اس کے جواز میں اس نے وہ حوالہ پیش کیا تھا جہاں حضورؑ علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد چینی حدود سے آئے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ چینی حدود سے ہونا اور چیز ہے۔ اور چینی الاصل ہونا دوسری بات ہے۔ اس کا کافی وشافی جواب ہماری طرف سے دیا گیا جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ حضور علیہ السلام فارسی الاصل تھے اور فارس کا وہ علاقہ جہاں حضورؑ کے آباؤ اجداد کسی زمانہ میں مقیم تھے

اس زمانہ میں مملکت چین کا ایک حصہ تھا اور اسی لئے حضورؑ نے چینی حدود کے الفاظ تحریر فرمائے تھے۔

اس سے یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے مخالف علماء غیر احمدی پبلک کو بلکہ حکومت کو ہمارے خلاف اکسانے کے لئے کیا کیا گر ہے اور غیر دیانتدارانہ طریقے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے ہی حربوں میں سے ایک حربہ وہ یہ استعمال کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گویا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہتک کی ہے۔ اور غیر امانت و دیانت کو بالائے طاق رکھ کر یہ حربہ بھی استعمال کرتے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ گویا حضرت فاطمہؓ کی ننگی ران پر سر رکھ کر سو رہے نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے یہاں صرف اپنے ایک کشف کا ذکر فرمایا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ایک مادر مہربان کی طرح میرا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ لیکن یہ چودھویں صدی کے علماء مادر مہربان کے الفاظ کو حذف کر دیتے ہیں اور ران کی بجائے ننگی ران لکھ کر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

خاکسار راقم الحروف جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کتابوں میں پڑھا کرتا تھا کہ علماء اس زمانہ کے آسمان کے نیچے تمام مخلوقات میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ اور دوسری جگہ یہ کہ علماء اس زمانہ کے یہود کے نقش قدم پر چلا کریں گے تو میں خیال کیا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء امت کے متعلق یہ بڑے سخت الفاظ فرما دیئے ہیں لیکن اس مناظرہ میں جب میں نے قریب سے دیکھا اور مخالف علماء کے اس قسم کے خود ساختہ حربے دیکھے تو میرے دل میں آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو بڑے ہی نرم الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یہ علماء تو اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ کے مستحق تھے۔

بہرحال مناظرہ کا تحریری حصہ خدا کے فضل سے بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ ان تینوں ایام میں ہمارے مخالف کو یہ شکوہ رہا کہ آپ لوگ پرچہ گھر سے لکھ کر لے آتے ہیں جواب دینے کے لئے وقت تھوڑا ہوتا ہے۔ آپ نے مرزا صاحب کی تحریرات کیوں پیش کی ہیں۔ ہم مرزا صاحب کی تحریرات والے حصوں کا جواب نہیں دوں گا وغیرہ اس کے ساتھ ہی مخالف مولوی کی طرف سے بار بار یہ اعتراض بھی کیا جاتا رہا کہ جب شرائط میں قرآن کریم اور صحاح ستہ کے علاوہ اور کسی کتاب کو بطور سند پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تو آپ نے مشکوٰۃ۔ الیواقیت والجواہر اور روح البیان وغیرہ کے حوالے کیوں دیئے ہیں۔ لیکن فریق مخالف

کی یہ حواس باختگی ملاحظہ فرمایئے کہ اسے یہ تک یاد نہ رہا تھا کہ شرائط میں اقوال بزرگان پیش کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جہاں جہاں بھی ہماری طرف سے ایسے حوالے پیش کئے گئے وہ اقوال بزرگان کے طور پر پیش کئے گئے۔ مگر وہ فریق یہی کہتا رہا کہ یہ حوالے خلاف شرائط ہیں:۔

## مناظرہ کا تقریری حصہ

۲۶ اور ۲۷ نومبر کے دو دن ان پرچوں کو پبلک میں سناتے جانے کے لئے مقرر تھے اور اس کے لئے مکرم سیٹھ محمد عبدالحی صاحب کی ایک آئل مل کے وسیع احاطہ میں انتظام کیا گیا تھا۔ اس سارے احاطے کو سائبان لگا کر سایہ کیا گیا تھا کیونکہ وہاں کا موسم گرم تھا۔ اور ان ایام میں بھی پنکھے چل رہے تھے۔ فرش پر دریاں اور چاندنیاں بچھائی گئی تھیں۔ اس جلسہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے چھ سو افراد اور اہل سنت کی طرف سے چودہ سو افراد کو داخلہ کی اجازت تھی جس کے لئے دونوں فریقوں نے مختلف رنگوں کے ٹکٹوں کا انتظام کیا تھا۔

ہمارے یادگیر کے احمدی احباب کا خیال تھا کہ چونکہ سابقہ تجربہ یہ ہے کہ ہمارے جلسوں میں بہت ہی کم غیر احمدی لوگ شامل ہوتے ہیں اس لئے شاید زیادہ سے زیادہ ان کے چار پانچ سو آدمی آ جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا خاص تصرف دیکھئے کہ جلسہ گاہ پہلے ہی دن اور قبل از وقت اس طرح بھر گئی کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اور میرا اندازہ یہ ہے کہ ان کے سولہ سو سے بہت زیادہ افراد آئے تھے لیکن ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ہم تو چاہتے ہی یہی تھے کہ وہ سولہ سو چھوڑ کر سولہ ہزار آئیں تاکہ ہماری تبلیغ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔

جلسہ گاہ کو اس طرح سیٹ کیا گیا تھا کہ گیٹ کے ایک طرف جو حصہ کم تھا اس میں جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے جگہ رکھی گئی تھی اور گیٹ کے دوسری طرف جو حصہ زیادہ تھا جو دوگنے سے زیادہ تھا وہ جگہ غیر احمدی پبلک کے لئے رکھی تھی۔ اور گیٹ کے سامنے آئل مل کی عمارت کے ساتھ اسٹیج لگائی گئی تھی جس پر تینوں صدر صاحبان کے بیٹھنے کی جگہ تھی اور تین عدد لاؤڈ سپیکر لگائے گئے تھے۔ مناظرین باری باری اپنے اپنے حلقہ سے اٹھ کر اسٹیج پر آتے تھے اور اپنا پرچہ سناتے تھے اور پھر اپنے حلقہ میں واپس چلے جاتے تھے۔

اس تقریری مناظرہ میں بھی پرچوں کی ترتیب وہی تھی۔ یعنی پہلا اور آخری پرچہ ہمارا ہوتا تھا۔ چنانچہ جلسہ کی کارروائی شروع ہونے پر سب سے پہلا پرچہ وفات مسیح پر مکرم مولوی محمد سلیم صاحب نے سنایا تو یہ عام نظارہ یہ ہو گیا کہ جو روانی اور اتار چڑھاؤ

کی کیفیات زبانی ... کر سنانے میں ہی ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے مکرم مولوی محمد سلیم صاحب کو ان کی تقریر کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس رنگ میں مولوی صاحب نے یہ پرچہ پڑھ کر سنایا وہ میں نے ان کی کئی تقریروں میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آواز اتنی بارعب اور پر اثر تھی۔ اور لہجہ اتنا دلنشین تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ساری پبلک سحر زدہ ہے۔ سامعین نہایت خاموشی کے ساتھ پرچہ سنتے رہے۔ اور سنجیدہ لوگ سر دھنتے رہے۔

لیکن فریق مخالف کے مناظر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سونگھڑوی جب اسٹیج پر آئے اور انہوں نے تقریر شروع کی تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی گھٹیا قسم کا ایکٹر اسٹیج پر ایکٹ کر رہا ہے ان کے پرچے کے فقرات بہت پست تھے اور زبان اتنی پست استعمال کی گئی تھی کہ جرأت آتی تھی ........ مثلاً ایسے موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ... تو ... کو یاد کرتا تھا۔ مثلاً وہ جب ایک ... کی طرح کہتے کہ

مولوی سلیم! تم نے لکھا ہے کہ ....

آپ غور فرمایئے کہ تم کا لفظ کتنا پست لفظ ہے۔ اس سے کہنے والے کے اخلاق و کردار کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے پرچے سناتے وقت اتنی غیر شریفانہ اور مبتذل حرکات کیں کہ سامعین کے سنجیدہ طبقے نے انہیں خاص طور پر نوٹ کیا۔ میں اسٹیج کے بالکل قریب بیٹھا تھا۔ اور معزز سامعین بھی اسٹیج کے بالکل سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان کے چہروں کے تاثرات کو پڑھتا رہا۔ جب مولانا محمد سلیم صاحب پرچہ سناتے تھے تو وہ لوگ ایک ایک لفظ کو بڑے ہی غور سے سنتے تھے اور اکثر مقامات پر اعتراف کے طور پر سر کو نیچے کی طرف جنبش دیتے تھے۔ لیکن جب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اپنی تقریر شروع کرتے تھے تو ان لوگوں کے چہروں پر سخت بیزاری کے آثار ہویدا ہو جاتے تھے۔ اور مقرر کی لغو اور بیہودہ حرکات پر جو بعض اوقات فطعاً بوز ناشائستہ ہوتی تھیں۔ وہ لوگ اپنے چہروں کے سامنے رومال رکھ لیتے تھے۔

ان پرچوں میں جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا لکھا گیا تھا اور اہل سنت کے مناظر نے کیا جواب دیا تھا اس کا علم تو احباب کو اس وقت ہو گا جب مناظرہ کے پرچے کتابی شکل میں شائع ہو کر سامنے آ جائیں گے اور احباب جان لیں گے کہ ہمارے مخالف علماء ... اور دل کو ... استعمال کرتے ہیں۔ وہ کس قدر گندے اور زنگ آلود اور ... ہیں۔ اور وہ لوگ کس قدر ... امانت ...

...بعض غلط الزامات لگائے ہیں یہاں صرف بطور نمونہ بعض باتیں عرض کر دیتا ہوں

حیات مسیح کی دلیل کے طور پر مخالف مولوی صاحب نے کہا تھا کہ آجکل تو سائنس کی ترقی کے دور میں لوگ خلاؤں کا سفر کر رہے ہیں تو کیا حضرت عیسیٰ کا اوپر اٹھا لینا خدا کے لئے کوئی مشکل تھا؟ اب ظاہر ہے کہ یہ دلیل نہایت بودی ہے کہاں خلا اور کہاں آسمان زمین اگر آسمان کو کوئی ٹھوس چیز مانا جائے جو کہ غلط ہے تو آسمان کی دوسری اور بلندیاں تو اتنی زیادہ ہیں کہ ابھی تو سائنس دان مشکل یہ جان سکے ہیں کہ سورج کا فاصلہ ہماری زمین سے کروڑوں میل ہے۔ اور خلا تو یہ ہمارے سامنے ہے جہاں ہم راکٹوں کو اڑتے ہوئے رات کو دیکھ سکتے ہیں۔

اس کا جواب مولوی محمد سلیم صاحب نے یہ دیا تھا کہ ہمارے مدمقابل کو خلا اور آسمان کے فرق کا بھی علم نہیں اور پھر ہمارے مدمقابل حضرت عیسیٰ کو خلا میں سمجھتے ہیں تو یہ بات خوشی کی بات ہے۔ کیونکہ وہ آسمانوں سے حضرت عیسیٰ کو اتار کر خلا میں لے آئے ہیں۔ اور تھوڑے سے ہی عرصہ میں فضا میں اور پھر زمین میں لے آئیں گے۔ انشاء اللہ

اجرائے نبوت کے مسئلہ پر ہماری طرف سے ایک دلیل یہ پیش کی گئی تھی کہ

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم کی دعا

سکھائی گئی ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ منعم علیہ گروہ میں انبیاء بھی تھے اور اس دعا کے سکھائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ میں بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے

اس کا جواب مخالف مولوی صاحب نے یہ دیا تھا کہ اگر اس دلیل کو درست تسلیم کیا جائے تو یہ دعا تو لنگڑے لولے کانے بلکہ بعض غیر اخلاق کے مسلمان بھی کرتے ہیں کیا وہ سب نبی ہو جائیں گے؟

اس کا جواب مولانا محمد سلیم صاحب نے یہ دیا کہ اس دعا کا نتیجہ تو ظرف پر منحصر ہے جو شخص جس نعمت کے قابل ہوگا وہ اسے پائے گا اور اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب قطعاً غلطی نہیں کرتی۔ مثلاً شادی شدہ میاں بیوی دونوں یہ دعا مانگتے ہیں اور آپ نے بھی سینکڑوں مرتبہ یہ دعا مانگی ہوگی کہ اے خدا ہمیں بیٹا عطا فرما تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ خود آپ کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو جائے؟

اس موقعہ پر بے شمار سامعین ایسے تھے جو مڑ مڑ کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو دیکھ رہے تھے۔ جو غیر احمدی سامعین والے حصہ میں بیٹھے تھے۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سونگھڑوی کی قابلیت کا اندازہ بھی عجیب طریق پر ہوا۔ انہوں نے اپنے پرچوں میں بعض انگریزی الفاظ بھی استعمال کئے تھے۔ جہاں تک لکھنے کا تعلق تھا وہ تو انہوں نے لکھ لئے لیکن جب انہوں نے پرچے پڑھ کر سنائے تو

۱۔ ٹمراٹ سپین کو ٹماٹ سپین پڑھا یعنی سپین بوزن رین (Rain) اور ایک بار نہیں بلکہ اسے دوہرایا۔

۲۔ آٹو میٹکلی Automatically کو آٹو میٹک لی Automatic-ly پڑھا۔

ان دو نوں مواقع پر سامعین کا تعلیم یافتہ طبقہ نہایت تعجب بلکہ نفرت اور استکراہ کے ساتھ اس خان صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پرچے جہاں ٹھوس دلائل اور وافر مواد پر مشتمل تھے۔ وہاں انہیں سناتے وقت بھی مکرم مولوی محمد سلیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص طرز عطا فرمائی۔ جو اس قدر بارعب اور مؤثر تھی کہ سنجیدہ طبقہ ایک بہت اچھا اثر لے کر اٹھا۔ اور بعض غیر احمدی سنجیدہ لوگ یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ احمدی مناظر ہمارے مناظر کے مقابلہ پر بہت بڑا عالم تھا۔ اور بعض نے کہا کہ خدا جانے یہ احمدی اتنا بڑا عالم اور مقرر کہاں سے لے آئے ہیں۔

بہرحال یادگیر کا یہ مناظرہ ایک تاریخی مناظرہ تھا اور اپنی قسم کا نہایت کامیاب مناظرہ تھا اور ہمیں یقین ہے کہ اس کے اثرات دیرپا ہوں گے۔ بلکہ اس مناظرہ کے نتیجہ میں جہاں سعید روحوں کو تحقیق حق کا جذبہ پیدا کر دے گا۔ وہاں ممکن ہے اس علاقہ میں اور بھی مناظرے ہمیں کرنے پڑیں۔ اور اس طرح تبلیغ کے نئے راستے کھلیں۔ اس وقت حیدرآباد میں مسلمانوں کے جو اخبارات ہیں وہ جماعت احمدیہ کے خلاف بڑا شور مچا رہے ہیں اور اس مناظرہ کے متعلق بھی نہایت غلط اور خلاف حقیقت پراپیگنڈہ کر رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز بھی ہمارے حق میں مفید ہوگی۔ کیونکہ وہ لوگ ہمیں تبلیغ کے مواقع بہم پہنچا رہے ہیں۔

مجھے بڑی خوشی اور مسرت کے جذبات کے ساتھ یہ بیان کر دینا بھی مناسب خیال کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ یادگیر کے نوجوان اپنے اندر احمدیت کے لئے بڑا اخلاص بڑا جوش اور بڑا جذبہ اور بڑی غیرت رکھتے ہیں۔ ان سب نے جلسہ اور مناظرہ کے انتظامات میں صبح سے رات گئے تک بھاگ دوڑ کر کام کیا وہ کم از کم میرے لئے قدر رشک اور حیرت میں ڈالنے والا تھا

مناظرہ ختم ہونے کے اگلے روز یعنی ۲۸ نومبر کو مکرم رحمت اللہ صاحب غوری براہین احمدیہ لے کر اس جگہ گئے جہاں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سونگھڑوی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے پاس پچاس کے قریب آدمی بیٹھے تھے۔ رحمت اللہ صاحب جاتے ہی مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ اس میں سے ننگی کا لفظ دکھا دیجئے۔ تمام حاضرین بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ رحمت اللہ خان صاحب نے بڑے جوش سے کہا کہ آپ نے تعلیم خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت اور دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محض لوگوں کو اشتعال دلانے کے لئے ننگی کا لفظ لکھا ہے اور اس کشف میں مادر مہربان کے الفاظ کا قطعاً ذکر نہیں کیا مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے آدمیوں سے کہنے لگے اسے نکال دو۔ لیکن بعض سنجیدہ غیر احمدی بول اٹھے کہ دینی مسائل نکال دینے سے حل نہیں ہوتے بلکہ آپ کو حوالہ دکھانا چاہیے لیکن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جو جھوٹ کے مرتکب تھے وہ کہاں حوالہ دکھا سکتے تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسے باہر نکال دو۔ تو رحمت اللہ صاحب غوری بھی جوش میں آ گئے۔ اور کہا کہ مذہبی مسائل کی تحقیق میں آپ کا یہ طریق قطعاً معقولیت کے منافی ہے لیکن سنجیدہ لوگوں نے جب مجلس کی یہ کیفیت دیکھی تو رحمت اللہ صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس موقعہ پر چلے جائیں۔ چنانچہ وہ واپس چلے آئے۔ لیکن انہوں نے شہر کے بہت سے معزز اور سنجیدہ غیر احمدی اور غیر مسلم لوگوں کو مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی اس بددیانتی سے براہین احمدیہ کا اصل حوالہ دکھا کر آگاہ کیا کہ یہ اس مولوی صاحب کی کرتوت ہے اور یہ ان کا معیار دیانت ہے۔

یہ رپورٹ نامکمل رہے گی اگر میں دو باتوں کا ذکر نہ کروں۔ اول یہ کہ تحریری مناظرہ کے پہلے روز کی کارروائی ختم ہونے پر جناب صدر مسٹر ریڈی نے چوہدری مبارک علی سے کہا کہ جس طرح عام مروجہ طریق ہے میں چاہتا ہوں کہ دونوں طرف کے علماء آپس میں متعارف ہوں اور مصافحہ کریں۔ چنانچہ چوہدری صاحب کے بلانے پر ہمارے علماء تو مسٹر ریڈی کے پاس پہنچ گئے لیکن غیر احمدی علماء نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ نہ آئے۔ ان کی اس بد اخلاقی کے مظاہرہ کا اثر مسٹر ریڈی جیسے شریف اور سنجیدہ آدمی پر تو یقیناً بڑا ہوگا۔ لیکن غیر احمدی شرفاء پر بھی ضرور اثر ہوا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس روز پرچے سنائے جانے تھے چونکہ یہ جلسہ گاہ ایسی جگہ بنی تھی جو احمدیہ محلہ میں تھی۔ اس لئے جماعت احمدیہ یادگیر نے اپنا ایک اخلاقی فرض سمجھ کر غیر احمدی منتظمین اور علماء کو دعوت دی کہ وہ جلسہ کے دونوں روز دوپہر کا کھانا ہمارے ہاں کھائیں لیکن ان کے علماء نے یہ دعوت بھی قبول نہ کی۔ یہ دعوت مسٹر پدم کے توسط سے کی گئی تھی اور انہی کے توسط سے ہم تک غیر احمدی مولوی صاحبان کا انکار بھی پہنچا۔

ایک ضروری بات جس کا ذکر مجھے سابقہ سطور میں کرنا چاہیئے تھا۔ یہ ہے کہ غیر احمدی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ تینوں موضوعات میں وہ چیز کیا پیش ہی نہیں کر سکے جو بزعم خود غیر احمدی علماء اپنے دلائل کے ستون سمجھتے ہیں۔ مثلاً حیات مسیح علیہ السلام کے لئے وہ بڑے ہی طنطنہ اور طمطراق کے ساتھ وما قتلوه وما صلبوه بل رفعه الله پیش کیا کرتے ہیں۔ اور الیہ کہتے ہوئے اپنی انگلی یوں آسمان کی طرف اٹھایا کرتے ہیں کہ ساتھ ہی ان کی ایڑیاں بھی اٹھ جاتی ہیں۔

اسی طرح وہ اپنے ختم نبوت والے پرچوں میں مشہور آیت خاتم النبیین بھی نہیں پیش کر سکے حالانکہ وہ اپنے دلائل کا محور ہی اس آیت کو بنایا کرتے ہیں۔ اور سارا تانا بانا اسی آیت کے سہارے بنتے ہیں۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب میں یہ ملاں لوگ حضرت صاحب کی بعض پیشگوئیوں اور الہامات کو نہایت استہزائیہ رنگ میں بیان کیا کرتے ہیں اور اپنے سامعین کو خوش کرنے کے لئے عجیب و غریب سنتے کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس مناظرہ میں تو وہ ملاں صاحب یوں معلوم ہوتا تھا کہ سارے دلائل گھر ہی بھول آئے ہیں۔

بلکہ ایک موقعہ پر تو کہتے رہے کہا بھی کہ میرے پاس آیتیں ہیں جن سے ختم نبوت ثابت کر سکتا ہوں۔ مولوی محمد سلیم صاحب نے جواب دیا کہ آپ خدا کے لئے یہ سو آیتیں تھیلے میں ڈال کر گھر واپس نہ لے جائیں بلکہ میدان مناظرہ میں پیش کریں۔ تا کہ ان کا جواب دیا جا سکے مگر وہ آخری پرچے تک یہی کہتے رہے کہ میرے پاس سو آیتیں ہیں۔ اور میرے گھر پر آ کر پوچھو ظاہر ہے کہ یہ بات سخت مضحکہ خیز تھی۔

مولوی محمد سلیم صاحب نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ آئے ہیں آپ مناظرہ کرنے اور کہتے ہیں گھر پر آ کر پوچھو۔ آخر اس میں کوئی معقولیت بھی ہے؟ آپ جو کچھ پیش کرنا ہے اسی میدان مناظرہ میں پیش کریں۔ مگر وہ نہ کر سکے۔

احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ کی طرح احمدیت کی تائید و نصرت فرمائے اور سعید روحوں کو قبول حق کی توفیق بخشے۔

# جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں

از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال قادیان

آج سے قریباً پون صدی قبل روحانی تاریکی اور گمراہی کے دور میں جبکہ دنیا اپنے خدا سے غافل ہو چکی تھی۔ اور خود مسلمان کہلانے والے اسلام کی حقیقی تعلیم سے دور جا پڑے تھے۔ اور لا یبقی من الاسلام الا اسمہٗ کے مصداق تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اپنے زندہ وجود کو ظاہر کرنے احیائے دین اور تبلیغ اسلام کے کام کو چار سُو پھیلانے کیلئے قادیان کی مقدس سرزمین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اشاعت اسلام اور اصلاح خلق کے اس عظیم الشان کام کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے ہمارا اس راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے.. .... سو اللہ حکیم و قدیر نے اس حاجت کو اصلاح خلائق کیلئے بھیج کر ایسا ہی کیا۔ اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کیلئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔"

پھر فرمایا:۔

" دیکھو جنہوں نے انبیاء کا وقت پایا انہوں نے دین کی اشاعت کیلئے کیسی کیسی جانفشانیاں کیں۔ جیسے ایک مالدار نے دین کی راہ میں اپنا پیارا مال حاضر کیا ایسا ہی ایک فقیر دریوزہ گر نے اپنی مرغوب ٹکڑوں سے بھری ہوئی زنبیل پیش کردی۔ اور ایسا ہی کئے گئے جب تک خداتعالےٰ کی طرف سے فتح کا وقت آگیا۔ مسلمان بننا آسان نہیں۔ مومن کا لقب پانا سہل نہیں سو اے لوگو! اگر تم میں وہ راستی کی روح ہے جو مومنوں کو دی جاتی ہے تو اس میری دعوت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو نیکی حاصل کرنے کی فکر کرو۔ کہ خداتعالےٰ تمہیں آسمان پر دیکھ رہا ہے کہ تم اس پیغام کو سن کر کیا جواب دیتے ہو"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے مطابق تبلیغ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے کام کے لئے ایک طرف تو ایسے مستعد اور انتھک افراد کی ضرورت تھی۔ جو اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کر کے پیغام حق کو اکناف عالم تک پہنچانے کیلئے کوشاں ہوتے۔ اور دوسری طرف مالی قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے مخلصین درکار تھے۔ جو اپنے عہد بیعت کے مطابق دینی ضروریات کو اپنی ذاتی اور خاندانی ضروریات پر مقدم رکھتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی طرح مالی خدمت اور قربانی کا بہترین ثبوت پیش کرتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مادیت پرستی کے اس دور میں جبکہ مال و دولت کی محبت انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ اور دنیا والے اسے اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں۔ اور حق و صداقت کے مقابلہ پر دجالی طاقتیں وسیع ذرائع اور بے انتہاء سازوسامان کے ساتھ آراستہ ہو کر میدان میں برسر پیکار ہیں۔ تو دین کی حفاظت اور سربلندی کے لئے مالی قربانی کی ضرورت اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ اور مالی خدمت کو دین کا نصف حصہ قرار دیا جا سکتا ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جہاں جہاں بھی اعمال صالحہ کی تلقین فرمائی ہے وہاں قریباً ہر مقام پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ دونوں کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے اللہ تعالےٰ متقیوں کی تعریف میں فرماتا ہے۔ الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ یعنے متقی وہ ہیں۔ جو ایک طرف تو خدا کی محبت میں اس کی عبادت بجا لاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے خداداد رزق سے دین کی خدمت کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جانی اور مالی قربانیوں میں عدیم المثال نمونہ پیش فرمایا۔ اور خدمت کے ہر موقعہ کو خداتعالےٰ کا فضل سمجھتے ہوئے بشاشت قلبی کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ اور اپنے عمل سے اپنے ایمان کا ثبوت دیا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے ایک قلیل عرصہ میں اسلام کو ترقیات اور غلبہ عطا فرمایا۔ اور عرب کے بادیہ نشین دین و دنیا میں سرفراز ہوئے۔

چونکہ خداتعالےٰ کی حکیمانہ قدرت کے ماتحت اسباب و علل کا سلسلہ جاری ہے اور ہر کام کو چلانے کے لئے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں متعدد مالی تحریکات جاری فرمائیں اور سلسلہ کی مختلف ضروریات کے لئے احباب جماعت کو چندوں میں باقاعدگی سے حصہ لینے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ مالی قربانیوں کی ضرورت اور اہمیت کو مستحضر کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کے چند ارشادات ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضور کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔

" ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے۔ اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے ..... ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہیئے تا خداتعالےٰ بھی انہیں مدد دے۔ اگر بلاناغہ ماہواران کی مدد پہنچتی رہے۔ گو تھوڑی ہی مدد ہو تو وہ اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک خاموشی اختیار کر کے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کیلئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ زکوٰۃ بھیجے۔ اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگاوے اور بہرحال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے۔"

اور ایک جگہ فرمایا:۔

" یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خداتعالےٰ سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کریگا تو میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو

شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کو چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ خیال مت کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ خیال مت کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دیکر یا کسی اور رنگ میں کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔ بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کیلئے بلاتا ہے...... تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہاری خدمتوں کا ذرّہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے۔“

ایک اور جگہ حضور ارشاد فرماتے ہیں:-

”میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ جو اس کے صندوق میں بند ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کے لئے کہوں۔ اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اسکی طرف التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے۔“

نیز فرمایا:-

”خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر۔ اپنی عزت کو چھوڑ کر۔ اپنا مال چھوڑ کر۔ اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ۔ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔“

اسلام کی ترقی اور نئے روحانی نظام کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے خدائی الہام کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں وصیت کے نظام کو قائم فرمایا۔ اور ہر مخلص احمدی کو اس میں شامل ہونے کی پُرزور تحریک فرمائی تا احمدیت کی ترقی اور وسعت کے ساتھ ساتھ جماعت کا قومی فنڈ بھی مضبوط ہوتا چلا جائے۔ اور اس فنڈ سے نہ صرف تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی بشارت نمایاں طور پر پوری ہو بلکہ یہ نظام دنیا کی آئندہ تمدنی۔ اقتصادی اور معاشرتی بہبودی کے لئے سنگ بنیاد کا کام دے۔ چنانچہ حضور کی قوتِ قدسیہ اور روحانی تربیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضور کو مخلص جاں نثاروں کی ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جس نے قربانی اور ایثار کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ اور اس الٰہی تحریک میں شامل ہو کر خدمتِ دین کا حق ادا کر کے اس دنیا میں ہی جنت کی بشارت حاصل کرنے والے بنے۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نظام وصیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ نظام بحیثیت الہامی تحریک دنیا کی ان تمام تحریکات سے افضل و اکمل ہے۔ جو اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر پر دنیا کی اقتصادی مشکلات کے ازالہ کے لئے اٹھیں کیونکہ دنیاوی تحریکات انسانی محدود عقل اور مادی سامانوں پر کلی انحصار رکھنے والے دماغوں کی پیداوار تھیں دنیا کے بڑے بڑے مفکرین۔ فلسفی۔ معاشیات اور سیاسیات کے ماہرین نے محض اپنی عقل اور تدبیر کی بناء پر نسلی۔ قومی اور ملکی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے جب اپنی پیچ در پیچ مالی اور اقتصادی پریشانیوں کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ تو ان کی فکری صلاحیت اپنے مخصوص مفاد کی کشمکش میں امن عالم کے لئے نئے سے نئے خوفناک خطرات پیدا کرنے کا موجب ہوئی ہے۔ اور ذہنی اضطراب بجائے کم ہونے کے روز بروز زیادہ ہوتا چلا گیا۔ ایسی تحریکات میں سے بعض تو چند سالوں کے بعد ہی از خود فنا ہو گئیں۔ اور بعض مستقبل قریب میں اپنے انجام کی منتظر ہیں۔

آج جمہوریت اور اشتراکیت کے دو متضاد نظریئے جس انداز سے دنیا کے امن کو خطرے کی طرف دھکیل رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مجھے صرف یہ بتانا ہے۔ کہ نظام وصیت کے ذریعہ سے جو مالی فنڈ قائم کیا گیا اس کی مضبوطی اور ترقی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یقینی وعدے موجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-

”مجھے اس بات کی فکر نہیں کہ مال کہاں سے آئے گا۔ مجھے اس بات کی فکر ہے کہ کثرتِ مال کی وجہ سے کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ اور خدا تعالیٰ اس سلسلہ میں ایسے مخلصین پیدا کرتا چلا جائے جو جماعت کے مال کو امانت اور دیانت سے رکھیں اور اسے صحیح مصرف میں لائیں۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

”روحانی جماعتیں اور سلسلے قلتِ مال سے کبھی تباہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا غیبی ہاتھ ان کی تائید میں ہوتا ہے۔“

نیز نظام وصیت میں شامل ہونے کو حضور نے موجودہ مالی جہاد کے دور میں ایمان کی کم از کم علامت قرار دیا ہے۔ اس نظام کی اہمیت اس جہت سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اگر تمام دنیا اس نظام کو اپنا لے اور احمدیت کے جھنڈے تلے ہر شخص اپنی آمدن اور جائیداد کا ۱/۱۰ سے ۱/۳ حصہ انجمن کو دے اور اگر سے تو خدا کے فضل سے صحیح شکل دنیا کی جملہ اقتصادی پریشانیوں کو ختم کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ تمام دنیا کو وصیت کے نظام میں منسلک کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اس رنگ میں تیزی سے اپنا قدم آگے بڑھائے جس طرح کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور کام کی وسعت کے ساتھ ساتھ سلسلہ کی ضروریات میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں ایک مضبوط تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ جملہ اخراجات کو پورا کرنے کا بندوبست کیا جاتا رہا ہے۔ اس علاوہ مستقل لازمی چندہ جات کے متعدد طوعی تحریکات کے ذریعہ سے سلسلہ کی ہنگامی اور وقتی ضروریات پوری ہوتی رہی ہیں۔ خلافت ثانیہ کا بابرکت زمانہ جماعت کی مالی قربانی غیر معمولی ترقی اور بنیادی استحکام کا ایک سنہری دور ہے۔ جس کی مثال شاید آئندہ مشکل سے ملے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نہ صرف موعود خلیفہ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و احسان میں نظیر ہیں۔ بلکہ آپ کے متعلق حضور علیہ السلام کی عظیم الشان بشارتیں ہیں۔ جو ایک ایک کر کے ہمارے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔ اور آپ کی قیادت میں جماعت ایک بیج کی ابتدائی حیثیت سے نکل کر ایک تن آور درخت کی صورت میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اور آج جماعت کے مخالفین بھی اسے محسوس کرتے ہوئے حقیقت حال کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ ہر ایک مالی تحریک

جو مجاہد سے پیارے امام نے جاری فرمائی اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ساتھ وہ نمایاں کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچی اور جماعت کے غریب افراد نے ہمیشہ اپنے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو تعزیر کرتے ہوئے اپنے ایک نادر عملی مظاہرہ فرمایا۔ گذشتہ پچاس سالہ دور کی مختلف مالی تحریکات اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں۔ اور ہر ایک پر سیر کن بحث کرنا گویا ایک لذیذ اور ازدیاد ایمان افروز تذکرہ ہے لیکن اس مختصر مضمون میں ایک طوالت کے خوف سے ان کی تفصیلات میں جانا ممکن نہیں۔ تاہم ایک سرسری جائزہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سلسلہ کی ضرورت اور اس کے لئے چندوں کی ہر تحریک کے موقع پر احباب جماعت نے حضور کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے خلوص دل سے اس کی تعمیل کی ہے چنانچہ جب مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے چندوں کی تحریک کی گئی۔ تو دوستوں نے اس پر لبیک کہا۔ اور عملی تعاون کا ثبوت دے کر ان کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ حضور کی توجہ اور تحریک کے نتیجہ میں صرف جماعت کی مستورات کے چندہ سے مرکز تثلیث یعنی لندن میں مسجد احمدیہ کی تعمیر ہوئی اور اس عظیم کام کے لئے جماعت کی مخلص خواتین نے اپنے قیمتی زیورات تک پیش کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ منارة المسیح کی تکمیل کا کام اور تعلیم الاسلام کالج کے کاموں کے کثیر اخراجات کا انتظام حضور کی توجہ کا رہین منت ہے۔ پھر غیر معمولی حالات میں حفاظت مرکز کے چندہ کی تحریک کے ماتحت احباب جماعت کا اپنے رہائشی مکانوں اور دیگر جائیدادوں کو سلسلہ کے لئے وقف کر دینا ایک ایسی قربانی کا مظاہرہ ہے۔ جو بغیر اطاعت امام اور حلاوت ایمان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح تقسیم ملک کے بعد جب جماعت کی اکثریت احمدیہ آبادی کا مرکز قادیان چھوڑنے پر مجبور ہوئی تو بے سروسامانی کی حالت میں ایک قلیل عرصہ کے اندر پاکستان میں ایک نیا مرکز ربوہ کا قیام عمل میں آ جانا اور لاکھوں روپے کے اخراجات سے وہاں مرکزی دفاتر۔ مساجد۔ مہمانخانہ۔ کالج۔ سکول۔ ریسرچ اور دیگر اداروں کی پختہ عمارتوں کا تعمیر ہو جانا جماعت احمدیہ کی زندگی اور غیر معمولی مالی قربانی کا ایک زندہ ثبوت ہے جو معجزہ سے کم نہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ الٰہی نصرت و تائید کا ایک نہ مٹنے والا نشان ہے۔

## تحریک جدید کا مالی جہاد

تحریک جدید کے مالی جہاد کے آغاز سے قبل اگرچہ ہندوستان کے مختلف حصوں کے علاوہ دنیا کے متعدد بیرونی ممالک میں بھی احمدیت کا پیغام پہنچایا جا چکا تھا۔ لیکن یہ کام اپنے وسعت کے لحاظ سے محدود تھے۔ کیونکہ بیرونی ممالک میں تبلیغی ضروریات جماعت کے مالی وسائل کے مقابلہ پر بہت زیادہ تھیں۔ اسلئے اس کمی کو جلد پورا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کے انیس مطالبات پیش فرمائے۔ جن میں سے ایک مطالبہ مالی قربانی کا بھی تھا تاکہ کم از کم عرصہ میں بیرونی ممالک میں تبلیغی کاموں کو وسعت دی جا سکے۔ حضور نے تحریک جدید کے مالی جہاد کو نظام وصیت کے لئے بطور معاون اور پیش رو کے بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

"ہر وہ شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر وہ شخص جو نظام وصیت کو مدد دیتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا۔ تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔"

سنہ ۱۹۳۴ء کا سال جس میں کہ تحریک جدید کا آغاز ہوا سلسلہ کی تاریخ میں ایک اہمیت اس لحاظ سے بھی رکھتا ہے کہ اس سال جماعت کے مخالفین نے احرار کی سرکردگی میں اور حکومت کے بعض افسران کی پشت پناہی پر قادیان میں احرار کانفرنس کے نام پر جماعت احمدیہ کو نقصان پہنچانے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اپنے وعدوں کے مطابق جماعت کی حفاظت کی اور دشمن کو ان کے ارادوں میں ناکام و نامراد دکھایا۔ تحریک جدید کے پہلے سال کا مالی مطالبہ صرف ساڑھے ستائیس ہزار روپے کا تھا۔ لیکن جماعت کی قربانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس سال ایک لاکھ تیس ہزار روپے کی آمد ہوئی۔ دوسرے سال وعدہ جات اور وصولی میں مزید دس ہزار روپے کا اضافہ ہوا۔ اور ......

...... تیسرے سال وصولی ڈیڑھ لاکھ تک جا پہنچی۔ اور ہر سال اس تحریک کی آمد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ۱۹ سالہ دور کے ختم ہونے پر حضور نے اس بابرکت مالی تحریک کو مستقل طور پر جاری رکھنے کا اعلان فرمایا۔ اور آج ہم اس تحریک کے تیسویں سال میں سے گذر رہے ہیں اس مالی قربانی کے نتیجہ میں دنیا کے اکثر ممالک میں جماعت کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ اور ہندوستان اور پاکستان میں بیسیوں مبلغین کے علاوہ اس وقت صرف تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں تبلیغی فرائض سرانجام دینے والے مبلغین کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اور مغربی ممالک میں عیسائی مشنریوں اور مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور ہو کر اسلام کے لئے ایک سازگار فضا تیار کی جا رہی ہے۔ جو بالآخر احمدیت اور اسلام کے روحانی غلبہ کا موجب بنے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جماعت احمدیہ کی اس عظیم الشان مالی تحریک اور قربانی سے اب تک ایک درجن سے زائد بیرونی ممالک میں تین صد کے قریب مساجد کی تعمیر کروائی جا چکی ہے۔ نیز دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا کام کیا جا رہا ہے تا روحانیت سے پیاسی دنیا میں الٰہی پیغام پہنچ سکے اور ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو۔ اس مالی تحریک کی اہمیت حضور کے مندرجہ ارشاد سے واضح ہو جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور میں نے اُسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔ پس یہ تحریک میری نہیں۔ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں۔ کہ یہ کام اسی کا ہے اور میں صرف اس کا ایک حقیر خادم ہوں۔ لفظ میرے ہیں۔ لیکن حکم اُس کا ہے گو اس تحریک میں شامل ہونا اختیاری ہوگا لیکن جو شخص شامل ہونے کی اہلیت رکھنے کے باوجود اس خیال کے ماتحت شامل نہیں ہوگا کہ خلیفہ نے شمولیت کو اختیاری قرار دیا ہے۔ وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد اگلے جہان میں پچھتائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آئے گا اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائے گا۔"

## وقف جدید

اندرون ملک میں تبلیغ کو مزید وسعت دینے اور جماعتوں کی تربیت کے کام کو بہتر بنانے کی غرض سے سنہ ۱۹۵۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کے نام سے ایک نئی تحریک کا اجراء فرمایا ہے اس تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے ایک طرف تو احباب جماعت کو زندگی وقف کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور دوسری طرف کم از کم چھ روپے سالانہ چندہ ادا کر کے ہر احمدی کے لئے اس میں شامل ہونے کی سہولت رکھی۔ چنانچہ ایک خاص انتظام کے ماتحت ہندوستان کے ایک حصہ میں بھی یہ کام جاری ہے جس کے نتیجہ میں اب تک بفضل تعالیٰ کئی صد نئے افراد احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں اس سکیم کو فی الحال دیہاتی علاقوں میں جاری کیا گیا ہے۔ اور وقف جدید کے مالی ذرائع کی وسعت کے ساتھ ساتھ اس کام میں بھی توسیع کا پروگرام مدنظر ہے۔

تقسیم ملک کے بعد سیدنا حضرت اقدس کی منظوری سے مرکز قادیان سے بھی حسب حالات متعدد مالی تحریکات جاری کی جاتی رہی ہیں۔ اور مجھے اس بات کے اظہار سے خوشی ہے کہ مجموعی طور پر جماعتوں نے ایسی تحریکات کو کامیاب بنانے میں اخلاص اور قربانی کا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ ان میں سے بعض اہم تحریکات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

## تحریک چندہ تعمیر چار دیواری بہشتی مقبرہ

اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد درویشی کے ابتدائی ایام میں درویشوں نے لگاتار اجتماعی وقار عمل کے ذریعہ سے بہشتی مقبرہ کے مشرقی و جنوبی جانب کچی دیواریں تعمیر کیں تاکہ اس مقدس مقام کو بے حرمتی سے بچایا جا سکے۔ لیکن بعد ازاں جب ہر سال برسات کے موسم میں ان خام دیواروں کی مرمت اور حفاظت کا مسئلہ سامنے آیا۔ تو یہ تجویز کی گئی کہ بہشتی مقبرہ اور بڑا باغ ہر دو کے ارد گرد

پختہ چہار دیواری تعمیر کروائی جائے چنانچہ اس غرض کے لئے ۱۹۵۱ء میں چندہ خاص برائے تعمیر چار دیواری بہشتی مقبرہ کی تحریک کی گئی۔ اور جوں جوں چار سے پاس رقم جمع ہوتی گئی۔ اس کے مطابق ہر سال پختہ دیوار کی تعمیر کا کام کروایا جاتا رہا۔ اور احباب جماعت کی ہمت اور تعاون سے گذشتہ سال یہ کام بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو گیا ہے جن مخلصین نے اس تحریک میں کم از کم پچاس روپے یا اس سے زائد رقم کا عطیہ عطا فرمایا۔ ان کے نام مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باہر دیوار پر سنگ مرمر کی پلیٹوں پر بطور دعا مستقل یادگار کندہ کروائے جا چکے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بابرکت تحریک میں حصہ لینے والے دوستوں کو اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ باوجود ہندوستان کے احمدی دوستوں میں بعض صاحب ثروت احباب کے اس تحریک میں سب سے زیادہ چندہ دینے کی توفیق قادیان کے ایک غریب درویش میاں خدا بخش صاحب مرحوم آف طفل دالا کو نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک سے قبل یہ بزرگ درویش اسٹیشن پر قلی کا کام کرتے تھے۔ اور انہوں نے پیسہ پیسہ پس انداز کر کے حج کے ارادہ سے یہ رقم جمع کی ہوئی تھی۔ لیکن ناموافق حالات اور صحت کی خرابی کی بنا پر وہ اس فریضہ کو ادا نہ کر سکے اور انہوں نے یہ کل رقم اس تحریک میں ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

تحریک چار دیواری پر کل اخراجات مبلغ پچیس ہزار روپے ہو چکے ہیں۔ ابھی ایک طرف دیوار کی ٹیپ کا کام باقی ہے۔ جو سیمنٹ کے فراہم ہونے پر جلسہ سالانہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ مکمل کیا جائے گا۔ جماعت کلکتہ کے ایک مخیر دوست محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی نے گذشتہ سال بہشتی مقبرہ کے گیٹ کے اخراجات عطا فرمائے تھے۔ اور اس سال انہوں نے اس میں بجلی کے انتظام کا کثیر خرچ عطا فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

### درویش فنڈ اور ریزرو درویش فنڈ کی تحریک

تقسیم ملک کے بعد سے صدر انجمن احمدیہ قادیان پر انجمن کے سو کارکنان اور ادارہ جات کے عام اخراجات کے علاوہ حالات کے تقاضا کے مطابق جملہ درویشان مقیم قادیان کے گذارہ کی ذمہ داری بھی چلی آرہی ہے اور چونکہ درویشان کے اہل و عیال کے قادیان پہ آنے۔ نیز درویشوں کی شادیاں ہونے سے قادیان کی احمدی آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اخراجات میں بھی اضافہ ہونا ناگزیر تھا جس کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے لازمی چندہ جات کی عام آمد مکتفی نہیں ہو سکتی تھی۔ اسلئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ارشاد کے مطابق ۱۹۵۲ء میں چندہ درویش فنڈ کا اجراء کیا گیا۔ تاکہ درویشان کے غیر معمولی اخراجات کو اس سے پورا کیا جا سکے اس تعلق میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے دو اہم ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"بیرونی جماعتیں اپنے بھائیوں کا خیال رکھیں۔ خصوصاً قادیان میں جو تحت الصفر رہتے ہیں انکے متعلق ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ جس قدر غلہ اپنے لئے جمع کرے اس کا چالیسواں حصہ ان کے لئے نکال کر بھیجدے مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے۔ وہ غلہ صدقہ سمجھ کر نہ دیں۔ بلکہ ایک اسلامی بھائی چارہ کیلئے قربانی سمجھ کر دیں۔ وہ یہ خیال کریں۔ کہ جیسے انسان اپنی بیوی کو کھلاتا ہے اپنے بچوں کو کھلاتا ہے اور ان کو کھلانا انسان کا فرض ہوتا ہے۔ اسی طرح جماعت کے غرباء کی امداد کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض عائد کیا گیا ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے غلہ دے رہے ہیں۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ رقم فرماتے ہیں:۔

"دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے۔ لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہ پا سکا۔ اور صرف قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمت دین بجا لاویں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں۔ جو توجہ کے انتشار کا موجب ہوں۔ حقیقتاً ہم پر درویشوں کا یہ احسان ہے کہ بھاری قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں پس یہ امداد ہرگز صدقہ و خیرات کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے۔ جو شکرانہ اور قدر دانی کے رنگ میں ہم یا ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔"

تحریک درویش فنڈ کے ابتدائی چار پانچ سال تو دوستوں نے اس میں بڑے جوش سے حصہ لیا۔ اور اس میں سالانہ آمد کم و بیش دس ہزار روپے ہوتی رہی۔ لیکن چونکہ متعدد وعدہ کنندگان احباب کے وعدے مستقل نوعیت کے نہیں تھے۔ اور انہوں نے اس تحریک کو ہنگامی اور وقتی سمجھ کر اس میں حصہ لیا تھا۔ اس لئے گذشتہ تین چار سالوں سے انجمن کی مستقل آمد میں کافی کمی واقع ہو چکی تھی جبکہ بوجہ روز افزوں مہنگائی اور آبادی میں اضافہ کے مستقل ضروریات آمد کے مقابل پر بہت زیادہ بڑھ چکی تھیں۔ اس لئے ایسے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے جب آمد میں مستقل اضافہ کا معاملہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی خدمت میں از غرض مشورہ و راہنمائی پیش کیا گیا۔ تو آپ نے گذشتہ سال درویش فنڈ کے نام سے ڈیڑھ لاکھ روپے سنگل چندہ کی تحریک کو پسند فرمایا۔ تا کہ اس فنڈ سے ایسی جائیداد تیار کی جائے جس سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو مستقل طور پر سالانہ آمد ہوتی رہے اس تحریک کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے جو پیغام بھارت کے ذی اثر احباب کے نام ارسال فرمایا۔ اس کا کچھ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"قادیان کے اکثر درویش صرف دینی لحاظ سے ہی درویش نہیں بلکہ دنیوی لحاظ سے بھی درویش ہیں ...... مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ صاحبان ان کی وقتی امداد کرتے رہتے ہیں جس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں اور آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ مگر اب حالات ایسی نازک صورت اختیار کر گئے ہیں کہ گاہے گاہے کی وقتی امداد درویشوں کی مالی حالت کو بہتر بنانے کیلئے مکتفی نہیں ہو سکتی۔ اور ان بھائیوں کی تنگدستی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں۔ کہ ان کے لئے کوئی مستقل انتظام کی صورت پیدا ہو جائے اور ہم جہاں تک ممکن ہو اس مقدس فرض سے سبکدوش ہو جائیں اس کے لئے یہ تجویز خیال میں آئی ہے کہ آپ چند ذی ثروت اصحاب مل کر قادیان کے درویشوں کیلئے لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا ایک ریزرو فنڈ قائم کر دیں جس سے قادیان کی انجمن قادیان میں کوئی ایسی جائیداد خرید سکے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

# حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں قرآن کریم سے اجرائے نبوت کا ثبوت

اور

# اہلِ پیغام کا اس سے تمسخر

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی ۔

قرآن کریم کا اسلوب بیان بتاتا ہے کہ کسی قوم کی اصلاح بحیثیت قوم بغیر نبی کی بعثت کے ممکن نہیں اور اگر سرسری نظر سے بھی انسان اسے دیکھے تو آسانی سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی آسکتا ہے۔ اور یہ بھی آئندہ نبی آئے گا بلکہ قرآن کریم میں صاف موجود ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا کہ آئندہ کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ اجرائے نبوت کے بارہ میں کم از کم چار پانچ درجن آیات اس امر کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ضرورت بہت سی آیات سے اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ اور یہ بات حضور کی تحریرات میں نمایاں طور پر موجود ہے۔ مگر لاہور پارٹی کے سربراہ جناب مولوی محمد علی صاحب اور شیخ مصری صاحب نے آپ کی مخالفت میں اپنی طرف سے پورا زور لگاتے ہوئے اس امر کا بار بار اظہار کیا ہے کہ امکان نبوت یا اجرائے نبوت وغیرہ کا عقیدہ سراسر قرآن کریم کے خلاف ہے۔ چنانچہ جناب مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن ایسی تحریرات سے بھری پڑی ہے۔ ان کی اقتدا میں شیخ مصری صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

"قرآن کریم سے ہرگز اجرائے نبوت کا ثبوت نہیں ملتا نہ کہیں یہ نظر آتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آئے گا۔ یا یہ کہ آپ کی اتباع کی شرط سے کوئی نبی کھڑا ہوگا۔ اگر دروازہ نبوت بند نہ تھا تو اس قسم کا ذکر خصوصیت سے ہونا چاہیے تھا مگر ایسا کوئی ذکر نہیں۔" (پیغام صلح لاہور ۷ اکتوبر ۲۲ء)

ہم اسی قسم کی غلطی سے جس قسم کی غلطی جناب مولوی محمد علی صاحب ظاہر کیا کرتے تھے۔ وہ عمداً حضرت مسیح موعود کے استدلال کو ہے کہ اپنی تفسیر میں اس کا ابطال کرتے رہے ہیں۔ ان کے اس رویہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ حضور کی تحریرات کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ بھی کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت اقدس سے زیادہ علم قرآن رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کو اس امر کا حق پہنچتا ہے کہ وہ حضور کی تحریرات کو رد کر دیں بلکہ وہ اپنے اس طریق کار میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں۔ کہ وہ صاف طور پر اس امر پر زور دیتے رہے ہیں کہ حضور کی تحریرات میں ہرگز یہ بات کہیں بھی موجود نہیں کہ آپ نے قرآن کریم کی کسی آیت سے امکان نبوت یا اجرائے نبوت وغیرہ کو پیش کیا ہو۔ ان لوگوں کو اس قسم کا صریح جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی خجالت محسوس نہیں ہوتی اور وہ اس امر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے کہ لوگ حضور کی تحریرات کو دیکھ کر ان کے متعلق کیا رائے قائم کر رہے ہیں۔ بہرحال میرے مدنظر اس وقت ان کے اس جھوٹ کی قلعی کھولنا ہے۔ اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بہت سی آیات قرآنیہ سے اجرائے نبوت کا استدلال کرتے ہوئے اپنی نبوت کو پیش کیا ہے۔ اب میں ان آیات کو مع استدلال یہاں درج کر دیتا ہوں۔ جس کا جی چاہے اصل کتاب نکال کر حضور کا بیان پڑھ لے۔ ان میں سے کسی بھی آیت کے ماتحت اپنے آپ کو مجددین و محدثین میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ ان سے صرف نبوت و رسالت ہی کے اجرا کا استدلال کر کے اپنی نبوت و رسالت کو ان کے ماتحت قرار دیا ہے اور ان میں سے کسی ایک جگہ بھی اپنی نبوت و رسالت کو نری مجددیت و محدثیت نہیں ٹھہرایا۔ یہ جملہ حوالجات ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں۔

(۱) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اس آیت سے آپ نے چشمہ مسیحی، کشتی نوح، الوصیت اور حقیقۃ الوحی میں نبوت کا استدلال فرمایا ہے اور اپنی تائید میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اسی دعا میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہوں گے کہ وہ اپنے صدق و صفا کی وجہ سے پہلے نبیوں کے وارث ہو جائیں گے اور نبوت و رسالت کی نعمتیں پائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ سورت پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس امت میں سے کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مترشح ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جائے۔" (کشتی نوح صفحہ ۔ ۱۹۰۲ء)

(۲) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران ع ۱۲) اس سے چشمہ مسیحی اور الوصیت میں حسب ذیل استدلال فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ

"یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دعا سکھلائی گئی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ان کے تمام افراد مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔" (الوصیت ۱۹۰۵ء)

(۳) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل ع ۲) آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے اے غافلو تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔" (تجلیات الٰہیہ ۱۹۰۶ء)

(۴) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اس سے استدلال کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلعم کے حق میں بھی ہے اور یہی آیت مسیح موعود کے حق میں بھی ہے جیسا کہ تمام مفسرین اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس یہ بات کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے کہ ایک آیت کا مصداق آنحضرت صلعم ہوں اور پھر مسیح موعود بھی اسی آیت کا مصداق ہو جبکہ قرآن کریم ذوالوجوہ ہے۔ اس کا محاورہ اس طرح پر واقع ہو گیا ہے کہ ایک آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصداق ہوتے ہیں۔ اور اسی آیت کا مصداق مسیح موعود بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ سے ظاہر ہے اور اس رسول سے مراد آنحضرت صلعم ہیں۔ اور مسیح موعود بھی مراد ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳ ۱۹۰۲ء نیز چشمہ معرفت صفحہ ۸۳ ۱۹۰۸ء)

(۵) ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد حضور فرماتے ہیں:۔

"جس طرح ایک سلسلہ کے لئے دوسرے احکام الٰہی بیانات کا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پیدا (ایک) بعثت کا ہی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (۲) دوسری بعثت احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۷ ۱۹۰۲ء)

(۶) عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (سورۃ جن ع ۲) حضور فرماتے ہیں:۔

"احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔

یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو سال ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے ...... جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی .... اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ بھی نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱-۳۹۰ سنہ ۱۹۰۷ء)

(۷) ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت سے بھی ایک نبی کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے۔ جو کہ بعثت ثانیہ کا مصداق ہے۔ حضور فرماتے ہیں

"خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی ص۹۷)

یہ معنی حضرت اقدس علیہ السلام نے اس آیت کے متعلق ۱۹۰۱ء کے بعد تحریر فرمائے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حقیقت آپ پر اس سے قبل نہ کھلی تھی۔ ازالہ اوہام میں آپ نے یہ لکھا ہے۔

"اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی ہے۔ اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔"
(ایک غلطی کا ازالہ سنہ ۱۹۰۱ء)

آنے والے نبی کے متعلق یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ سے علم پا کر اس آیت سے آپ نے بیان فرمائی ہے۔ کسی مجدد و محدث کا ذکر نہیں فرمایا۔ نہ یہ فرمایا ہے کہ اس نبی سے مراد مجدد و محدث ہے اور وہ میں ہوں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس میں ایک نبی کی پیشگوئی مخفی تھی جس کا مخالفوں کو علم نہ تھا۔ خدا نے اسے مجھ پر ظاہر فرمایا ہے اور وہ نبی میں ہوں۔ حالانکہ اس سے قبل اس آیت کے ماتحت آپ یہ سمجھتے رہے ہیں کہ آنحضرت صلعم مطلق آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں نیا ہو یا پرانا مگر جب اللہ تعالیٰ نے نیا علم دیا تو فرمایا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نبی آنے والا ہے

(۸) یلقی الروح علی من یشاء من عبادہ

یہ آیت حضور کو الہام بھی ہوئی ہے حضور نے اس کا ترجمہ حسب ذیل دیا ہے

"جس پر اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے اپنی روح ڈالتا ہے یعنی منصب نبوت اس کو بخشتا ہے۔"
(حقیقۃ الوحی ص۹۵)

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اسے منصب ولایت بخشتا ہے۔ بلکہ اس کی بجائے منصب نبوت کے الفاظ لکھے ہیں یعنی اسے نبوت عطا فرماتا ہے

(۹) ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین

(  ) فرماتے ہیں۔

"ابرار اخیار کے دو گروہ ...... ہیں۔ ایک پہلوں کی جماعت یعنی صحابہ کی جماعت جو زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے دوسری پچھلوں کی جماعت جو بوجہ تربیت روحانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حسب آیت وآخرین منہم سے سمجھا جاتا ہے صحابہ کے رنگ میں ہیں یعنی وہ جماعتیں اسلام میں حقیقی طور پر انعمت علیہم ہیں ...... ان میں سے جو لوگ خدا تعالیٰ کا الہام پانے والے اور خدا کے خاص جذبہ سے اس کی طرف کھینچے ہوئے ہیں نبیوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ ان میں سے بذریعہ اپنے اعمال کے صدق اور اخلاص دکھلانے والے اور ذاتی محبت سے بغیر کسی غرض کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ وہ صدیقوں کے رنگ میں ہیں۔ اور جو لوگ ان میں سے آخری نعمتوں کی امید پر دکھ اٹھانے والے اور جزاء کے دن کا بچشم دل مشاہدہ کر کے جان ہتھیلی پر رکھنے والے ہیں وہ شہیدوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ ان میں سے ہر ایک فساد سے باز آنے والے ہیں وہ صلحاء کے رنگ میں ہیں اور یہی سچے مسلمان کا مقصود بالذات ہے کہ ان مقامات کو طلب کرے اور جب تک حاصل نہ ہوں تب تک طلب اور تلاش میں سست نہ ہو۔"

(۱۰) ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (نساء ع)

اس سے جو استدلال حضور نے فرمایا ہے وہ اوپر نمبر ۹ میں مذکور ہے یعنی اس امت کے منعم علیہ گروہ کو چار قسم کے لوگ بتایا گیا ہے یعنی نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح

(۱۱) وآخرین منہم لما یلحقوا بہم (سورۃ جمعہ) اس کے مفہوم کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے۔ جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم اور تربیت پاویں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۷)

(۱۲) قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"چونکہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی اس لئے تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصبی کام تھے لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے اسقدر عمر آپ کے لئے غیر ممکن تھا کہ آپ اس آخری زمانہ کو پاتے اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رو سے گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا یا یوں کہو کہ وہی تھا اور آسمان پر ظلی طور پر آپ کے نام کا شریک تھا۔" (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۱ سنہ ۱۹۰۲ء)

نیز فرمایا کہ

"اس وقت حسب منطوق آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی۔" (ایضاً ص۹۴)

(۱۳) واذا الرسل اقتت (مرسلات)

فرماتے ہیں:۔

"مرسلات میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی عدد پوری ہو جائے یعنی سلسلہ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے واذا الرسل اقتت یعنی وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو

(باقی ص۲۴)

جائے گی یعنی آخری فیصلہ کے ظہور سے قضا و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آ جائے گا۔"

"یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے اور یہ صاف بات ہے کہ جب ایک سلسلہ کا آخر ظاہر ہو جاتا ہے تو منہ القبل اس سلسلہ کی پیمائش ہو جاتی ہے اور جب تک کوئی خط کسی نقطہ پر ختم نہ ہو ایسے خط کی پیمائش ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ اس کی دوسری طرف غیر معلوم و غیر متعین ہے پس اس آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور سے دونوں طرف سلسلہ خلافت محمدیہ کے معین اور مشخص ہو جائیں گے۔"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴۹)

(۱۴) ونفخ فی الصور

فرمایا۔
" اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اس کے صور ہوتے ہیں"
(چشمہ معرفت صفحہ ۷۷ ۱۹۰۸ء)

(۱۵) فرماتے ہیں کہ
" اسی طرح انا اعطینٰک الکوثر میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا ہے جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء)

(۱۶) واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران ع۹)

اس آیت کے متعلق شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے لکھا ہے کہ
" تمام نبیوں کی قوموں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ایک اور صرف ایک ہی رسول آنے والا ہے جو پہلے تمام نبیوں کا مصدق ہوگا چنانچہ حضرت نبی کریم صلعم ہی ایک ایسے رسول آئے جنہوں نے اپنی امت پر تمام انبیاء سابقین پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا۔"

شیخ صاحب مذکور رقمطراز ہیں کہ
"یہ الفاظ اس بات کی طرف صریح اشارہ کر رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کے نتیجہ میں ایسے مامور بھی مبعوث ہوتے رہیں گے جو خدا سے تائید یافتہ ہوں گے۔" (پیغام صلح لاہور ۲ نومبر ۱۹۶۳ء)

مطلب ان کا یہ ہے کہ اس آیت میں مسیح موعود کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف آنحضرت صلعم کی ہی نبوت کا ذکر ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ

" یہ بات کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے کہ ایک آیت کا مصداق آنحضرت صلعم ہوں اور پھر مسیح موعود بھی اسی آیت کا مصداق ہو جبکہ قرآن شریف ذو الوجوہ ہے اس کا محاورہ اسی طرز پر واقع ہو گیا ہے کہ ایک آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد اور مصداق ہوتے ہیں۔ اور اسی آیت کا مصداق مسیح موعود بھی ہوتا ہے۔"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳)

اب اس آیت میں آنحضرت صلعم کی رسالت و نبوت کا ذکر ہے جس سے شیخ صاحب موصوف کو انکار نہیں۔ لہذا اسی آیت میں قرآنی محاورہ کے مطابق مسیح موعود کی نبوت و رسالت کا بھی ذکر ہے۔ آنحضرت صلعم کی دو بعثتیں ہیں۔ پہلی بعثت میں بھی آپ نبی ہیں اور دوسری بعثت میں بھی آپ نبی ہیں۔ اگر دوسری بعثت میں آپ محض محدث و مجدد ہیں اور نبی نہیں تو دو بعثتیں نہ رہیں بلکہ محدثین کی جماعت کی وجہ سے بعثتیں صد سے زیادہ قرار پاتی ہیں۔

(۱۷) انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ (مزمل)

حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں۔
"اس امت میں بھی پورا مقابلہ دکھلانے کے لئے آخری خلیفہ خلفاء محمدیہ میں سے عیسیٰ کے نام پر آنا ضروری تھا جیسا کہ اول سلسلہ میں موسیٰ کے نام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جس طرح یہ اسرائیلی سلسلہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا اسی طرح ضروری تھا کہ مثیل عیسیٰ پر اس کا خاتمہ ہوتا تا یہ دونوں سلسلے یعنی سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ ایک دوسرے سے مطابق ہو جاتے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔"

"پس سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شان نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو۔"
(نزول المسیح صفحہ ۳ ۱۹۰۹ء)

پس اگر مسیح موعود نبی نہ ہو تو اس سلسلہ کی کسر شان ہوتی ہے۔ لہذا حضور کے نزدیک اس کا نبی و رسول ہونا ضروری ہے۔

(۱۸) وبالاٰخرۃ ھم یوقنون۔ (بقرہ ع۱)

آخرت کے معنی ضروری نہیں کہ قیامت ہی کے ہوں بلکہ اس کے سوا بھی معنی ہو سکتے ہیں جیسا کہ فاذا جاء وعد الاٰخرۃ (بنی اسرائیل) میں ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ جس طرح اس آیت میں آنحضرت صلعم کی وحی نبوت کا ذکر ہے اسی طرح اس مذکورہ ٹکڑا میں مسیح موعودؑ کی وحی نبوت کا ذکر ہے آخرت کے معنی ہیں۔ پیچھے آنے والی اور سیاق و سباق کے مطابق وہ وحی رسالت ہی ہے۔ یہ سلسلہ کے لٹریچر میں چھپ چکے ہیں۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان ۱۹۱۰ء)

(۱۹) کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-
"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ ...... غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے ...... تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے ...... سو اے عزیزو جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے ......
.. میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔"
(الوصیت ۱۹۰۵ء)

اس تحریر میں اپنے قرآن کریم کی آیت سے اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت جو نبوت و خلافت کے متعلق چلی آ رہی ہے، ذکر فرمایا کہ نبی نبوت و خلافت کی کامیابی کا ذکر فرمایا ہے

(۲۰) وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (نور ع۷)

حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:
" قرآن شریف کی یہ آیت بھی کہ کما استخلف الذین من قبلھم یہی چاہتی ہے کہ اس امت کے کیلئے چودھویں صدی میں مثیل مسیح ظاہر ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے ... دونوں سلسلوں کے اول و آخر میں مشابہت ہو اسی طرح قرآن شریف میں یہ بھی پیشگوئی ہے وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً یعنی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کر دیں گے یا اس پر شدید عذاب نازل ہوگا اور دوسری طرف یہ فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔" (حقیقۃ الوحی تتمہ)

(۲۱) یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (اعراف ع۴)

اس آیت سے نبوت کے متعلق استدلال الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۸ء و ۲۴ مارچ ۱۹۰۹ء میں حضور اور مولوی محمد علی صاحب کے سامنے شائع ہوتا رہا ہے اور اس سے رسولوں کی آمد کا نتیجہ نکالا گیا ہے۔ اگرچہ مولوی محمد علی صاحب نے بعد میں اپنی تفسیر میں یہ لکھ کر کہ معذور ہے اس آیت سے کوئی استدلال نہیں کیا۔ اور اسی طرح دیگر تاویلات کے ذریعہ سے اسکے مضمون کو ضبط کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس کا مضمون خود مولوی صاحب کے الفاظ سے واضح ہے وہ لکھتے ہیں کہ اس کا ترجمہ یہ ہے۔
" اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں جو میری آیات تم پر پڑھتے ہوں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"
(باقی صفحہ ۳۰)

# آسمانی بادشاہت

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

دو ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے کہ مجھے اپنے ایک عیسائی دوست کے ہمراہ دہلی میں عیسائیوں کے ایک فرقہ کے چرچ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ چرچ میں ہندی، انگریزی اور اردو میں جلی حروف میں یہ عبارت لکھی تھی

"توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت قریب آگئی"

جب وہاں کے پادری صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ تو میں نے ان سے استفسار کیا کہ آسمان کی بادشاہت سے کیا مراد ہے جس پر انہوں نے فرمایا کہ خداوند یسوع مسیح کی آسمان سے آمد پر خدا کی بادشاہت اور آسمانی بادشاہت قائم ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ یسوع مسیح کی آمد کا وقت گزر چکا۔ عیسائی پادریوں اور ہیئت دانوں نے متعدد تاریخیں ان کی آمد کی مقرر کیں اور وہ سب کی سب غلط ثابت ہوئیں اور اب تو مایوس ہو کر عیسائی دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ خداوند یسوع مسیح اب نہیں آئیں گے۔ اور پھر بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ آپ کی آمد کی جو علامات اور نشانیاں انجیل میں لکھی ہیں وہ سب کی سب پوری ہو چکی ہیں۔ میں نے چند اہم نشانیوں کا ذکر کیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ باتیں پوری نہیں ہو چکیں۔ پادری صاحب فرمانے لگے کہ یہ نشانیاں تو پوری ہو چکی ہیں اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ اب خداوند یسوع مسیح کی آمد قریب ہے۔

میں نے کہا پادری صاحب معصوم لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے کیا جج کے سامنے مدعی کا دعوےٰ پہلے پیش ہوتا ہے یا بغیر کسی مدعی کے گواہان کی فہرست پیش کر دی جاتی ہے۔ کیا کوئی عقلمند جج ایسے گواہوں کی گواہی لینے کے لئے تیار ہوگا جس کے لئے کوئی مدعی اور اس کا دعوےٰ موجود نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ علامات پوری ہو چکی ہیں تو خداوند یسوع مسیح کو پیش کیجئے کہ وہ کہاں ہے اور خدا کے کلام کے ساتھ مذاق نہ کیجئے۔

اس پر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ اور میں نے خود ہی اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ میرے نزدیک خدا کا یہ کلام برحق تھا۔ یہ گواہیاں سچی تھیں۔ اور ان گواہوں کے وقت مدعی بھی موجود تھا اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس کا اتہ پتہ بتا دوں۔ حاضرین میں سے کئی ایک نے دلچسپی سے کہا ضرور بتایئے۔

میں نے کہا آسمانی بادشاہت کی بنیاد ملاکی نبی کی پیشگوئی کے مطابق عہد کے رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب میں رکھی۔ اور اس آسمانی بادشاہت کی تکمیل حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی سے ہونی تھی۔ اور حضرت مسیح کی یہ آمد سرزمین قادیان میں عین وقت پر ہو چکی ہے۔ اور انہی کے دعوےٰ کی تصدیق کے لئے یہ تمام گواہان سامنے موجود ہیں۔ جونہی میں نے قادیان کا نام لیا پادری صاحب کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا اور فرمانے لگے اچھا آپ قادیانی ہیں۔ میں نے کہا میں سچا مسیحی ہوں جو آج سے دو ہزار سال قبل آنے والے مسیح کو بھی پہچانتا ہوں اور ان کے مثیل مسیح محمدی پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ اب کوئی مسیح آسمان سے نازل نہیں ہوگا جس نے آنا تھا وہ وقت پر آ چکا اور اس کی گواہی زمین و آسمان، سورج اور چاند نے بھی دے دی۔

پادری صاحب سے تو میں نے یہ باتیں مختصر رنگ میں کیں۔ مندرجہ بالا مختصر باتوں کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ

بائیبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل ایک عرصہ سے اس زمین پر ایک ایسی بادشاہت کے قیام کی بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔ جس کے قیام پر خدا کا جلال ظاہر ہوگا۔ نیکی اور راستی کا دور دورہ ہوگا۔ شیطنت کو بزرگی دی جائے گی اور عزت بخشی جائے گی۔ کسی نبی نے اس کا نام خداوند کی ازلی اور ابدی بادشاہت رکھا اور کسی نے اس کا نام آسمانی بادشاہت رکھا۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے بھی خداوند کی اس بادشاہت کے قیام کی خوشخبری دی۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے بھی ایک عظیم الشان رسول کی بعثت اور اس کے ہاتھوں ایک ازلی ابدی بادشاہت کے قیام کا ذکر فرمایا۔ پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت یسعیاہ علیہ السلام کی پیشگوئی کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:-

"توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے"

ملاکی نبی نے یہ پیشگوئی فرمائی۔

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ آکر میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔ وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ ہیکل میں ناگہاں آئے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آئے گا۔"

پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کی کھلے اور واضح الفاظ میں اطلاع دی۔ اور اپنے وعظوں میں بار بار بتایا کہ "میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ خدا کی بادشاہت کی خوشخبری سناؤں گا۔"

(لوقا باب ۴)

اور اپنے شاگردوں کو باہر بھیجتے وقت ان الفاظ میں ہدایت کی۔

"سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے اس بات کی منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت قریب آگئی ہے۔" (متی باب ۱۰)

اور پھر شاگردوں کو یہ دعا سکھائی

"اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔" (متی باب ۶)

غرضیکہ ان انبیائے کرام نے کسی نہ کسی رنگ میں آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کی پیشگوئی کی اور بتلایا کہ ایک عظیم الشان نبی کے ذریعہ جو ملاکی نبی کے نزدیک عہد کا رسول ہوگا۔ آسمانی بادشاہت اس دنیا میں بنی نوع انسان کے درمیان قائم ہوگی۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو بڑی شدت سے اس بادشاہت کا انتظار رہا۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دعوےٰ فرمایا تو یہودی علماء ان کے پاس آئے۔ اور ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کیا تو مسیح ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ کیا تو وہ نبی ہے انہوں نے جواب دیا نہیں۔

وہ نبی سے یہودیوں کی کیا مراد تھی۔ یقیناً وہی عہد کا رسول جس کی بابت انبیائے کرام علیہم السلام پیشگوئی کرتے چلے آرہے تھے۔ اور جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کا وہ عہد پورا ہونا تھا جو اس نے نبیوں سے کیا تھا۔

افسوس ہے کہ عیسائی دنیا نے ملاکی نبی کے ان الفاظ پر کما حقہٗ غور نہیں کیا جن میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ عہد کے رسول کے ذریعہ خداوند کی بادشاہت قائم ہوگی اور دیگر تمام پیشگوئیوں کو نظر انداز کر کے یہ دعوےٰ پیش کیا کہ وہ آسمانی بادشاہت جس کی بشارت انبیائے بنی اسرائیل نے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام نے دی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات سے تعلق رکھتی تھی۔ اور یہ کہا کہ حضرت مسیح نے اس بادشاہت کی داغ بیل اپنے ہاتھ سے رکھی اور وہی جب دوبارہ آئیں گے تو اسکی تکمیل پورے جلال کے ساتھ کریں گے۔

چنانچہ عیسائی لوگ جہاں یہ دعا باقاعدہ مانگتے ہیں کہ

"تیری بادشاہت جیسی کہ آسمان پہ ہے زمین پر بھی ہو"

وہاں مدتوں انہیں اس بات کا انتظار رہا کہ حضرت مسیح کب آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ اور کب ان کے ہاتھ سے آسمانی بادشاہت پوری شوکت کے ساتھ اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ مسیحی علماء اور ہیئت دانوں نے انبیائے بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ۱۸۶۶ء کا زمانہ مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کا مقرر کیا مگر مسیح علیہ السلام نہ آئے۔ بالآخر انگلستان کے مشہور و معروف ہیئت دان مسٹر جے۔ بی۔ ڈمبل۔ بی نے سابقہ ہیئت دانوں کے حساب کو غلط قرار دیتے ہوئے اپنی مشہور کتاب

The appointed time

میں مسیح علیہ السلام کی آمد کا وقت ۱۸۹۸ء مقرر کیا اور یہاں تک لکھا کہ مجھے اپنے اس حساب پر اتنا یقین ہے کہ میں ان کا اس طرح انتظار کر رہا ہوں جس طرح کل ہی دوپہر کے وقت اسبات کا انتظار کرتا ہوں کہ گھڑی بارہ بجائے گی۔ اس لئے کہ میں نے اسے گذشتہ کل دوپہر کے وقت بارہ بجاتے دیکھا۔ اور آخر میں لکھا کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق مارچ ۱۸۹۸ء میں مسیح کا آنا یقینی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مسیح کی آمد سے متعلق باقی پیشگوئیاں اور نشانیاں پوری ہو رہی ہیں۔ اس لئے اب تاریخ مقررہ پر مسیح کا آنا یقینی ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی ان نشانات کا بھی ذکر کیا ہے جو مسیح کی آمد پر ظاہر ہوتے ہیں اور ڈمبل صاحب کے اقرار کے مطابق ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ جیسے سورج اور چاند کا نشان۔ چاند ستاروں کا گرنا۔ طاعون کا پھیلنا۔ زلزلوں اور طوفان کا آنا۔ قحط پڑنا۔ حکومتوں کا ایک دوسرے پر چڑھائی کرنا۔ یہ سب نشانات وہ ہیں جن کے متعلق مسٹر ڈمبل لکھتے ہیں وہ

کہ یہ مسیح کی آمد ثانی کے نشانات تھیا۔
مسٹر ڈیمل کے اس اعلان سے عیسائی دنیا میں ایک شور پیدا ہوا۔ اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھیں اور انتظار کرنے لگیں کہ اب وہ آیا جس کے ہاتھ سے راستبازوں کی آسمانی بادشاہت تکمیل کو پہنچے گی۔
۱۸۶۵ء گزر گیا مگر منتظر موجود نہ آیا اس پر تیس سال گزر گئے۔ ۱۹۱۴ء اور اس کا چھبیس مارچ بھی گذر سے ہوئے آج ۵۰ سال ہو گئے۔ مگر آسمانی بادشاہت کی تکمیل کرنے والا نہ آیا۔ حالانکہ مسیح کی آمد ثانی کے نشانات یکے بعد دیگرے پورے ہو گئے۔ سورج بھی تاریک ہوا۔ چاند کا رنگ بھی خون آلود ہوا۔ طاعون بھی پڑی۔ شدید سے شدید قحط بھی پڑا۔ زلزلے بھی آئے۔ دنیا کی حکومتوں نے ایک دوسرے پر چڑھائیاں بھی کیں۔ یہ سب پتہ دے رہا تھا کہ مسیح کے نزدیک آنے والا آیا۔

تب عیسائی دنیا سخت مایوس ہوئی اور عیسائیوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یسوع مسیح کی آمد ثانی کوئی جسمانی رنگ سے نہ تھی۔ کہ وہ آسمان سے اترتا دکھائی دیتا بلکہ ان کی آمد روحانی تھی اور ان کی یہ آمد اس رنگ میں ظاہر ہوئی۔ کہ عیسائیوں کو ایک زبردست حکومت اور بادشاہت ملی۔ اور اس حکومت کے ساتھ جو غلبہ آج انہیں پانی پر رہا ہے۔ بادشاہت پر حاصل ہے یہی وہ ازلی ابدی اور آسمانی بادشاہت ہے۔

حالانکہ انبیائے کرام نے کسی ایسی بادشاہت کے قائم ہونے کی پیشگوئی نہ کی تھی۔ اگر آسمانی بادشاہت سے مراد یہی غلبہ تھا تو بجنسہٖ تو آج اس دہریہ روس کو بھی حاصل ہو رہا ہے جو سرے سے خدا کا ہی منکر ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے آسمانی بادشاہت کی منادی کرتے ہوئے بنی نوع انسان کے سامنے ایک معیار بھی رکھ دیا تھا تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ قائم ہونے والی آسمانی بادشاہت کی کیا صورت ہو گی۔ اور اس آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے والے لوگ کیسے ہوں گے اور داخل ہونے والے کیسے۔

آپ فرماتے ہیں:۔
"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے
اور پھر تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو؟"
(متی باب ۱۹)

پس یہ امر بالکل غلط ہے۔ کہ عیسائیوں کو جو ظاہری بادشاہت، طاقت اور دولت ملی یہ آسمانی بادشاہت میں شمار ہے۔ بے شک عیسائیوں کے لئے دنیا خوان نعمت بنائی گئی۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے معیار کی رو سے یہ دعوےٰ باطل ہے کیونکہ آسمانی بادشاہت کی خبر بنی اسرائیل کے انبیائے کرام نے دی تھی۔ وہ یہ ظاہری حکومت اور بادشاہت نہ ہے۔

دراصل یہ آسمانی بادشاہت حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ہی عہد کے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قائم ہوئی۔ کیونکہ اس رسول کے متعلق یہ بھی پیشگوئی تھی کہ ساری قومیں اس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی ازلی ابدی اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہوں گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے تھے مگر عہد کے اس رسول سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر اسود و احمر کو آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے مدعو فرمایا۔ آپ نے یہ آسمانی بادشاہت کس صورت میں قائم کی اور اس کا تکمیل مثیل مسیح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پیشگوئیوں کے مطابق کس رنگ میں کر رہی ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ درج کی جائے گی۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم۔



# ایمان اور عمل

(بقیہ صفحہ ۷)

کہتے ہیں بشکر الحمد للہ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی عزت نہیں کرتے۔ میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو۔ اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمی حالت ہے خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔ پس اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار کو ہی کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھلاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اس طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔ اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشاء کو معلوم کرو۔ اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی۔ کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو۔ کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو پس اس کی قدر کرو۔ اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔
(الحکم ۱۳ اگست ۱۹۰۲ء)

پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو ایسے ایمان یقین اور عرفان میں ایسی ترقی عطا فرمائے کہ ہم دلی بشاشت اور انشراح صدر کے ساتھ غلبہ اسلام کے لئے ہر قربانی پیش کرنے پر آمادہ رہیں۔ عمل کی ایک ایسی مثال قائم کر دکھانے والے ثابت ہوں۔ کہ جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دے۔ اور جس سے ان کو بھی خوف و فلاح سے ہمکنار کرنے کا موجب ثابت ہو۔
آمین۔

# اہل پیغام کا اعتراض

——(بقیہ صفحہ ۱۱)——

اس ترجمہ کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ

"یہاں اور اس سے پیشتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا۔ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطن۔ یا بنی آدم خذوا زینتکم اور یہاں یا بنی آدم اما یاتینکم رسل۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سادہ بنی آدم کے لئے ہے۔ شیطان کے فتنہ سے سب
. . . . . . . . . . . . . . . . . .
. . . . . . . . بنی آدم کو متنبہ کیا ہے۔ سب بنی آدم کو خدا کی عبادت کرنے کو کہا ہے اور آخر سب بنی آدم کو بتایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اپنا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور ان کا رد کرنا موجب خسران ہے۔
"مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے"
(بیان القرآن جلد دوم زیر آیت)

خدا تعالیٰ نے تو تمام نسل انسانی کی بہتری سے تعلق رکھنے والا اپنا یہ کریم قانون قرآن کریم میں بطور یاد دہانی قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا تھا۔ مگر جناب مولوی صاحب موصوف سے تسلیم کرنے کے بعد حکم بن کر اس پر اپنی طرف سے خط تنسیخ کھینچ دیتے ہیں یہ ہے ان کا دین اور یہ ہے ان کا ایمان۔ اور یہ ہے ان کی ارادت کی حقیقت۔ اور یہ ہے ان کی خدمت قرآن کی عظمت۔ اور یہ ہے ان کے جہاد کبیر کی وسعت۔ بہرحال اہل پیغام کی یہ بڑی جسارت ہے کہ وہ اس قدر آیات کے استنباط و استدلالات کے ہوتے ہوئے بھی غلط بیانی کرنے سے نہیں رہ سکتے اور بڑے دھڑلے سے ان کا انکار کر جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے زعم میں مخلص کے مخلص ہی بنے رہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ سارا کا سارا سرمایہ احمدیت ہے۔

اس قدر آیات اور تحریرات سے اہل پیغام کا اعراض اور انکار اور انحراف ان کی انتہائی درجہ کی شقاوت قلبی کا ثبوت ہے۔

REGD. No P. 67

THE
Weekly BADR QADIAN

19, 26 DECEMBER 1963 NO. 49, 50

# اسلام واحمدیت کے متعلق قابل مطالعہ لٹریچر

اگر آپ اسلام اور احمدیت کے متعلق ٹھوس معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نظارت دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل کا حسب لپ
کریں ان کے مطالعہ سے آپ کو حقیقی مذہب اور اس کی خصوصیات اور اہمیت کے بارہ میں نہایت تسلی بخش طور پر پختہ دلائل سے آگاہی ہوگی۔ امن عالم کے قیام کی بہترین تجاویز او
انقلاب کیلئے جن اسباب و ذرائع کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ذیل کے لٹریچر میں مل سکتا ہے:۔

۱۔ لائف آف محمدؐ (انگریزی) دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے اس حصہ کی الگ اشاعت جو سیرت النبیؐ سے متعلق ہے قیمت -/5

۲۔ حضرت محمدؐ کا پوتر جیون (ہندی) قیمت -/4

۳۔ اسلامی اصول کی فلاسفی (اردو) تصنیف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ جس میں انسان کی انسانی کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان۔ الہام بعث بعد الموت کا ثبوت قرآن کریم کی تعلیم کی فضیلت تعدد ازدواج۔ اسلامی کی حکمت اور متعدد آیات قرآنیہ کی لطیف تفسیر قیمت 62 نئے پیسے

۴۔ کشتی نوح (اردو) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اپنی جماعت کو احمدیت اور اپنے عقائد کا بیان۔ انجیل اور قرآن کریم کی تعلیم کا موازنہ قیمت 62 نئے پیسے

۵۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام مجلد (انگریزی) حضرت امام جماعت مذاہب عالم کانفرنس لندن ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا۔ جس میں احمدیت کی تعلیم اور اس کے تمدنی احکام مدلل رنگ میں بیان کرکے ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قیمت -/5

۶۔ سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ وہ معرکۃ الآراء کتاب جس نے ملک کے سرکردہ سکھ مذہب کی مستند تواریخ کے حوالوں سے مغربی اور قوموں اور تعلقات اور اتحاد کا مرقع ہند مسلم اور سکھ علماء اور اخبارات ریویو لکھے ہیں قیمت -/2

۷۔ چونویں پھل (پنجابی) مندرجہ بالا کتاب کا پنجابی ایڈیشن ان کے علاوہ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب قبر مسیح (انگریزی) 25 نئے پیسے احمدیت کیا ہے؟ (انگریزی) 25 کی حقیقت مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ 25 نئے پیسے وغیرہ وغیرہ ہر قسم کا تبلیغی لٹریچر جو ہر قسم کے مذہبی مسائل پر مشتمل ہے نظارت دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان سے خط لکھ کر طلب کیا جاسکتا ہے۔

## لائبریری کی تکمیل کیلئے سنہری موقعہ

### یکصد روپیہ سے زائد آرڈر آنے پر پچاس فیصد کمیشن اور ریلوے کرایہ معاف

خاکسار نے صدر انجمن قادیان سے تمام سٹاک کتب بکڈپو خرید لیا ہے بکڈپو جماعت احمدیہ کا پرانا اور سب سے بڑا کتب خانہ ہے۔ اور اس میں ایسی کتب کی کثرت ہے جو اب عام طور پر نایاب ہوچکی ہیں۔ اور پھر ان کے دوبارہ شائع ہونے کی بظاہر بہت کم امید ہے مگر افادیت کے لحاظ سے کوئی احمدیہ لائبریری ان کتب کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتی۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ لائبریریاں مکمل کرنے والی جماعتیں اور احباب ہماری خدمات حاصل کریں۔ نیز سٹاک بکڈپو کی فہرست مفت طلب کریں۔

نوٹ:۔ ایک سو روپے سے زیادہ مالیت کے نقد آرڈر پر پچاس فیصد کمیشن اور ریلوے کرایہ معاف

۲۔ پچیس روپے سے ایک سو روپے تک کے نقد آرڈر پر پچیس فیصد کمیشن اور ریلوے کرایہ معاف۔

۳۔ دس روپے سے پچیس روپے تک کے نقد آرڈر بارہ فیصد کمیشن

۴۔ ربوہ یا باہر سے منگوائی ہوئی کتب پر کوئی رعایت نہ ہوگی۔

۵۔ خط وکتابت کرتے وقت اپنا ایڈریس صاف اور خوشخط تحریر فرمائیں۔

المشتہر
عبدالعظیم پروپرائیٹر احمدیہ بک ڈپو قادیان مشرقی پنجاب

سلسلہ احمدیہ کے جید و متبحر عالم صاحب رؤیا و کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ

# حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربوہ میں انتقال فرما گئے

## اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

قادیان ۲۳ دسمبر۔ ہم نہایت درجہ غم و الم اور دلی حزن و ملال کے ساتھ یہ اندوہناک خبر احباب جماعت تک پہنچاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز صحابی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید و متبحر عالم، صاحب رؤیا و کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربوہ میں مورخہ ۱۵ اور ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء اتوار اور پیر کی درمیانی شب نماز عشاء کے وقت سات بجے کے قریب ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مورخہ ۱۶ دسمبر بروز پیر پانچ بجے شام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیر ہدایت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے مقبرہ بہشتی کے احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں ہزارہا احباب نے شرکت کی۔ اور مقبرہ بہشتی ربوہ کے قطعۂ صحابہ خاص میں آپ کی نعش مبارک کو سپرد خاک کیا گیا۔ قادیان میں آپ کی نماز جنازہ غائب مورخہ ۲۰ دسمبر بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں ادا کی گئی۔

حضرت مولانا مرحوم کو گذشتہ ایک سال سے بندش پیشاب اور سینے میں درد وغیرہ کی تکلیف لاحق تھی اور آپ بہت کمزور ہو گئے تھے۔ کافی عرصہ سے ان عوارض میں افاقہ تھا۔ گاہے گاہے تکلیف عود کر آتی تھی۔ تاہم جلد ہی طبیعت سنبھل بھی جاتی تھی۔ علی الخصوص وفات سے قبل ایک ہفتہ طبیعت نسبتاً زیادہ بہتر رہی۔ حسب معمول تشریف لانے والے احباب سے ملاقات فرماتے رہے۔ نیز فارغ وقت میں "تاریخ احمدیت حصہ چہارم" جو ابھی حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے حالات پر مشتمل ہے کا بہت شوق کے ساتھ مطالعہ بھی فرمایا۔ اچانک ۶½ بجے شام کے بعد سینے میں درد محسوس ہوا۔ اور اس کے چند منٹ کے بعد آپ عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔

حضرت مولانا صاحب مرحوم ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے بین بین بھادوں کے موسم میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ موضع راجیکی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے سارا گھر جگمگا اٹھا ہے۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں بذریعہ خط بیعت کی اور اس کے دو سال بعد ۱۸۹۹ء میں قادیان حاضر ہو کر دستی بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ بیعت کے بعد علی الخصوص آپ کے علم و عرفان اور تعلق باللہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی برکت بخشی۔ اور آپ کو روحانی لحاظ سے اس قدر حصہ وافر عطا فرمایا کہ آپ آسمان روحانیت کا درخشندہ ستارہ بن کر نصف صدی سے زائد تک بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لانے کا وسیلہ بنے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عرفان کے ساتھ ساتھ الہام اور رؤیا و کشوف کی نعمت سے اس قدر نوازا تھا اور اپنے تقویٰ و طہارت اور زہد و اتقاء کی وجہ سے آپ کی دعائیں جناب الٰہی میں اس قدر مقبول تھیں اور پھر خدمت سلسلہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے غیر معمولی رنگ میں عطا فرمائی کہ حقیقی طور پر آپ انصار دین کے اس مقدس زمرہ میں شامل تھے۔ جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس الہام میں دی تھی کہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔ اس لحاظ سے آپ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھے اور آپ کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسیہ اور فیض رسالت کے ثبوتوں میں سے ایک زندہ و درخشندہ ثبوت تھا۔

یوں تو آپ سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کے معاً شروع ہی سے تبلیغ حق میں بے انتہا سرگرم واقع ہوئے تھے۔ اور آپ کی زندگی ہمہ وقت میدان تبلیغ میں ہی بسر ہو رہی تھی۔ لیکن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باقاعدہ مبلغ کے طور پر آپ نے خلافت اولیٰ کے زمانہ میں کام شروع کیا۔ اور پھر قریباً نصف صدی تک ایسے ایسے عظیم الشان تبلیغی کارنامے سرانجام دیئے کہ جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے اور آنے والی نسلیں آپ کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔ آپ نے اپنے تبلیغی تجارب اور زندگی میں پیش آنے والے غیر معمولی واقعات کو اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "حیات قدسی" میں محفوظ فرما دیا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں آریوں، عیسائیوں اور غیر از جماعت علماء سے متعدد نہایت درجہ کامیاب مناظرے کئے۔ ہزاروں کی تعداد میں معرکۃ الآراء لیکچر دیئے۔ اور اردو اور عربی میں نہایت اہم علمی موضوعات پر بے شمار قیمتی مضامین رقم فرماتے۔ جو سلسلہ کے جرائد و رسائل اور اخبارات میں شائع ہوئے۔ آپ کی عربی دانی نہ صرف جماعت میں بلکہ جماعت سے باہر بھی غیر از جماعت اہل علم حضرات کے نزدیک مسلم تھی۔ آپ کے عربی قصائد منقوطہ وغیر منقوطہ نے آپ کی عربی دانی اور علم لدنی کا سکہ سب سے منوا لیا تھا۔ آپ کے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جن کے فیض صحبت سے آپ نے بہت کچھ پایا۔ اور آپ کے علم و عرفان کو جلاء نصیب ہوئی۔ ۸ نومبر ۱۹۴۰ء کو خطبہ جمعہ میں آپ کے علم و فضل اور تبحر علمی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو حسب ذیل سند قبولیت عطا فرمائی:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالیٰ نے جو بطن کھولا وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی مگر بعد میں جیسے یک دم کسی کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے ان کو قبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی عجیب دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔ گذشتہ دنوں میں جہلم گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی تقریر کے بعد ایک ہندو ان کی منتیں کر کے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ نومبر ۱۹۴۰ء)

آپ کی بزرگی زہد و اتقاء اور خدمات جلیلہ کے اعتراف کے طور پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فروری ۱۹۵۷ء میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مستقل ممبر مقرر فرمایا۔ چنانچہ اس وقت سے آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر چلے آ رہے تھے۔ علاوہ ازیں آپ افتاء کمیٹی کے بھی رکن تھے۔

آپ کی تصانیف میں حیات قدسی (پانچ جلدیں) حسن باری تعالیٰ، کشف الحقائق، کلمۃ الفصل (عربی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور علی الخصوص حیات قدسی ہر پانچ حصص کو جو بہت ہی روح پرور مضامین اور مسحور کن روحانی مذاکرات پر مشتمل ہے۔ خاص شہرت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے ہزاروں صفحات پر مشتمل قلمی مسودات بھی اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ جن کے بلند پایہ مضامین حیات قدسی کی زینت ہیں۔ آپ بیک وقت عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے نادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی پنجابی نظمیں اور سی حرفیاں بھی بہت مقبول ہیں۔ اور خاص طور پر جھوک مہدی والی تو بیرونی جماعتوں میں زبان زد عام ہے۔ اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ فرزند اور چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ ان میں سے ایک فرزند تو بچپن میں ہی اور دوسرے فرزند مکرم مولوی [illegible] صاحب راجیکی

اور مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی درویش ناظر امور عامہ قادیان جوانی میں وفات پاگئے۔ نیز دو صاحبزادیوں کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو صاحبزادیاں اور تین فرزند مکرم اقبال احمد صاحب راجیکی مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی مکرم عزیز احمد صاحب راجیکی بقید حیات ہیں۔

حضرت مولانا صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے جید و متبحر عالم اور صاحب رؤیا و کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ کی وفات بلا شبہ ایک قومی اور جماعتی نقصان ہے۔ اور ایک بہت بڑے سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ادارہ بدر حضرت مولانا صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ محترمہ آپ کے صاحبزادگان صاحبزادیوں اور جملہ دیگر پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا صاحب مرحوم کے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے۔ اور آپ کو اعلیٰ علیین میں خاص مقام قرب سے نوازے۔ نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماتے ہوئے دین و دنیا میں ان کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور حضرت مولانا صاحب کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اُسے اپنے فضل سے جلد پر فرمائے۔ آمین اللہم آمین۔

---

## حضرت سیدہ اُمِ وسیم احمد صاحبہ کی وفات پر

### (تعزیت نامے)

حضرت سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ کی وفات پر مندرجہ ذیل احباب اور جماعتوں کی طرف سے تعزیت نامے بغرض اشاعت موصول ہوئے ہیں۔ جن کو گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے تفصیلاً درج کرنے سے معذوری ہے:۔

۱۔ جماعت احمدیہ پشاور
۲۔ الجمعیۃ العلمیۃ جامعہ احمدیہ ربوہ
۳۔ تعلیم الاسلام یونین کالج ربوہ
۴۔ جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن۔
۵۔ جناب صدر صاحب جماعت احمدیہ کیرنگ
۶۔ مکرم رحمت اللہ خاں صاحب دہلی
۷۔ " شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ
۸۔ لجنہ اماء اللہ حیدر آباد دکن
۹۔ جماعت احمدیہ کرڈاپلی اڑیسہ

---

## درویش فنڈ

کچھ عرصہ سے اس مد میں آمد غیر معمولی طور پر کم ہو گئی ہے۔ حالانکہ درویشوں کے جملہ اخراجات کا بوجھ صدر انجمن احمدیہ قادیان پر پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے احباب جماعت سے توقع کی جاتی ہے کہ جس طرح گذشتہ سالوں میں انہوں نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور انفرادی و جماعتی طور پر مرکز کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے میں تعاون فرمایا تھا آئندہ بھی اس مستقل ضرورت کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔ اور درویش فنڈ میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان۔

---

## درخواستہائے دعا

مکرم شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ اپنی اور اپنے خاندان کے جملہ افراد کی صحت و سلامتی کے لئے اور مشکلات سے محفوظ رہنے کے لئے اور کاروبار میں برکت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

خاکسار قریشی عبدالقادر اعوان [illegible]
درویش قادیان۔

۲۔ خاکسار کا لڑکا عزیز سید رشید احمد صاحب سلمہ اللہ کا امتحان عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو اپنے فضل سے کامیاب و
فرمائے۔ آمین

خاکسار سید صمصام الدین احمد عفا اللہ عنہ
ازکرڈاپلی (اڑیسہ)

---

## حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی وفات پر

### تعزیتی قرارداد

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے زیر نمبر ۱۷ مورخہ ۱۲/۱۲/۶۳ حسب ذیل تعزیتی ریزولیشن پاس کیا:۔

"صدر انجمن احمدیہ قادیان ذیل کی غیر معمولی قرارداد کے ذریعہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی وفات پر گہرے غم و ہم کا اظہار کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ایک قدیمی صحابی تھے آپ کی ساری عمر نہایت اخلاص کے ساتھ خدمت اسلام و احمدیت کرتے ہوئے گذری۔ خلافت ثانیہ کے قیام پر خاص خدمات سر انجام دینے اور لاہوری جیسی بڑی جماعت کو محفوظ رکھنے کی آپ نے توفیق پائی۔ ہندوستان بھر میں غیر مسلموں وغیرہ سے کامیاب مناظرے کرنے اور پیغام احمدیت پہنچانے کے آپ کو مواقع حاصل ہوئے۔ نیز اردو۔ فارسی۔ پنجابی کے منظوم کلام کے ذریعہ بھی آپ نے کلمہ حق پہنچایا۔ باوجودیکہ آپ نے تدریسی علم بہت کم پایا تھا۔ لیکن آپ کو تفسیر قرآن۔ علم حدیث۔ علم کلام اور دیگر متعدد علوم میں بدطولیٰ لدنی طور پر ودیعت ہوا تھا۔ آپ کی یادگار آپ کے علمی مضامین اور متعدد کتابیں ہیں۔ جو نہایت ایمان افروز ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات صاحب کشف والہام بزرگوں میں سے تھے۔ اور مرجع عوام و خواص تھے۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے رکن بھی تھے۔ ایک ماہ قبل آپ کے فرزند مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے درویش ناظر امور عامہ و خارجہ قادیان کی وفات سے نہ صرف آپ کے خاندان کو بلکہ جماعت احمدیہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے تمام جماعت احمدیہ ہندوستان بھی آپ کے خاندان کے ساتھ اس صدمہ میں شریک ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ اور آپ کی زوجہ محترمہ اور خاندان و اقارب کو صبر جمیل عطا کرے اور جماعت احمدیہ آپ کے خاندان میں آپ جیسے امثال پیدا ہوتے رہیں۔ آمین۔

نقول بخدمت سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ محترم صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ محترم ناظر صاحب خدمت درویشان حضرت مرحوم کی زوجہ محترمہ اور فرزندان اور جماعت احمدیہ کے پریس کی خدمت میں بھجوائی جائیں۔"

---

## قادیان میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو گیا

قادیان ۲۰ دسمبر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۷۲ واں سالانہ جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو گیا جس میں اندرون ملک کے مختلف حصہ جات سے سینکڑوں احباب اپنے محبوب مرکز میں جمع ہوئے۔ اسی طرح قریباً دو سو افراد پاکستان سے قافلہ کی صورت میں مورخہ ۱۷/۱۲ کو صبح کی گاڑی تشریف لائے اور مورخہ ۲۰ دسمبر کی شام کی گاڑی واپس تشریف لے گئے۔ اس کے علاوہ بہت سے دوست انفرادی پاسپورٹ پر پاکستان اور افریقہ سے بھی تشریف لائے۔

تینوں روز دن اور رات کے اجلاسات نہایت کامیابی سے منعقد ہوئے۔ احباب جماعت نے اجتماعی دعاؤں کے علاوہ انفرادی طور پر نوافل اور ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر اپنے اپنے ظرف کے مطابق روحانی استفادہ کیا۔

تفصیلی رپورٹ اور کوائف بدر کی آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔